خواتین ڈائجسٹ

ستمبر ۱۹۹۷ء

عالیہ بخاری

بیگم پیری دی چاہ

digest novels lovers group ❤️❤️

گھر میں چھائی خاموشی غیر معمولی تھی۔ بظاہر سب کچھ ہی معمول کے مطابق تھا۔ برآمدے کے آخری سرے پر بیٹھے بھائی صاحب اخبار پھیلائے ہوئے تھے۔ صبح آفس جاتے وقت تو وہ صرف سرخیوں پر ہی نگاہ ڈال پاتے تھے لیکن شام کے ڈھلتے سمے سے لے کر رات گئے تک وہ اہم خبروں کی تفصیل سے لے کر

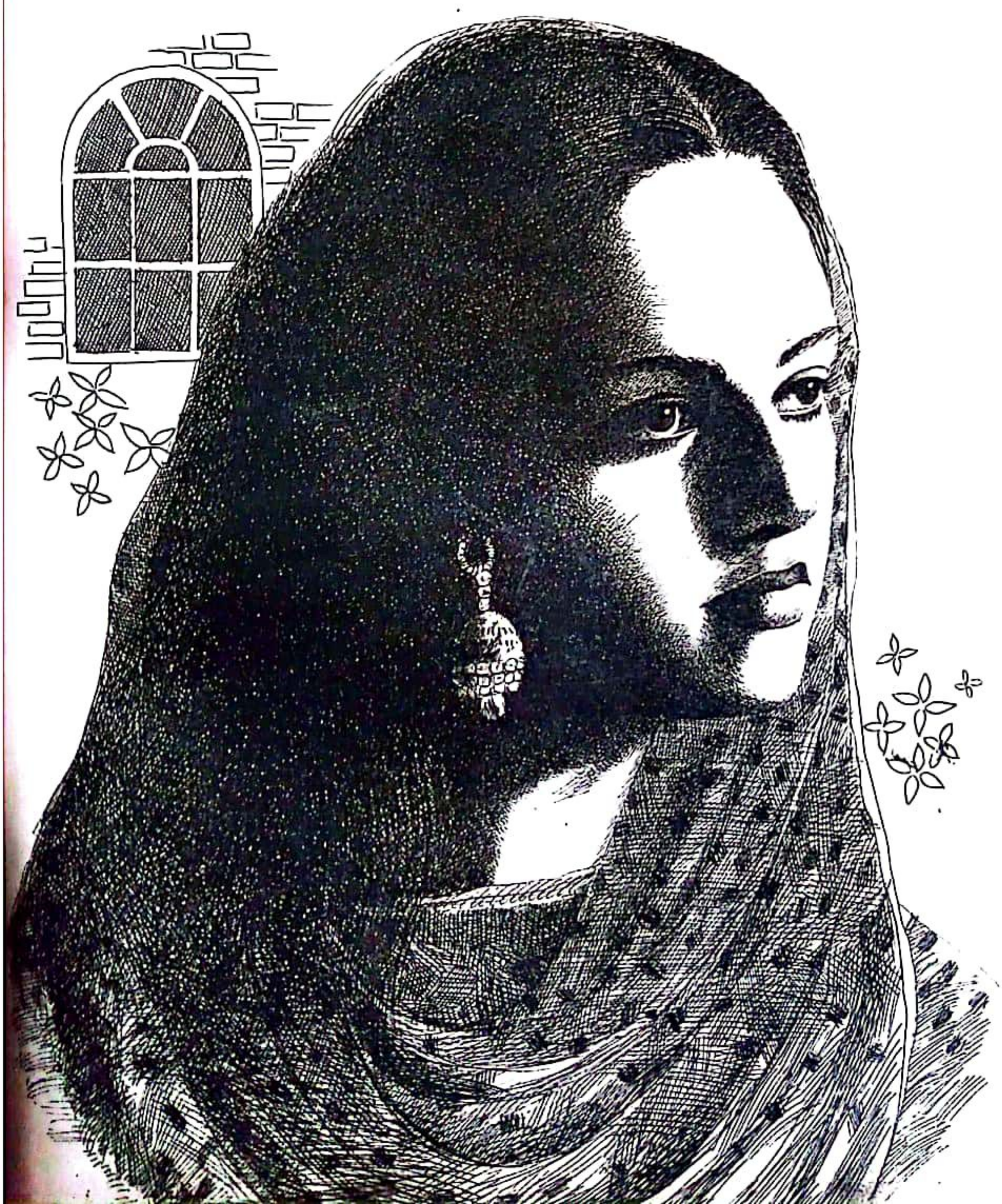

ناولٹ

اندرونی صفحات کے کالم، اشتہارات، ایڈیٹوریل سب ہی کچھ پڑھ ڈالتے تھے۔ لیکن آنی اچھی طرح جانتی تھی۔ اس وقت وہ ہرگز بھی کچھ نہیں پڑھ پا رہے ہوں گے، محض اپنی بے چینی پر اخبار کا پردہ ڈالے بیٹھے ہیں۔

ان کی اہلیہ یعنی بھابھی جان محترمہ کوئی چوتھی بار ان کے قریب جا کر بیٹھی تھیں اور اس دفعہ بھی اپنی آمد کا کوئی نوٹس نہ لیے جانے پر زبردستی خود بھی اخبار کا ایک صفحہ لے کر بیٹھ گئی تھیں۔ حالانکہ سارا گھر اچھی طرح واقف تھا کہ انہیں اخبار، رسائل پڑھنے سے کچھ سروکار نہیں تھا۔ ان کی دلچسپی کا محور تو صرف "باتیں" تھیں۔ کھٹی، میٹھی، پر لطف، کبھی بے ضرر اور کبھی کبھی کچھ زہریلی باتیں۔ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتی ہی رہتی تھیں۔ آنی کا تو خیال تھا کہ وہ ضرور رات کو سوتے میں بھی بولتی رہتی ہوں گی، اس کے خیال کی تصدیق تو بھائی صاحب ہی کر سکتے تھے۔ پر ان سے وہ اتنی قربی ان پانچ مہینوں میں بہرحال نہیں ہو سکی تھی۔

گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھی اماں حسب معمول "مراۃ العروس" کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ پتہ نہیں انہیں اس کتاب سے کتنا عشق تھا۔ اب تک تو یقیناً" انہیں حفظ ہو جانی چاہئے تھی۔ بھائی صاحب کے دونوں بچے اپنے دادا کے ساتھ قریبی پارک میں گئے ہوئے تھے۔ اس لئے امن و آشتی کا یہ دورانیہ طویل ہوتا جا رہا تھا۔

انیقہ جس کے اچھے بھلے نام کو بچپن سے ہی گھر والوں کی کرم فرمائی نے آنی کر دیا تھا۔ اب سسرال میں بھی اسی عرفیت سے پہچانی اور پکاری جانے لگی تھی۔ جب نیا نیا کالج جانا شروع ہوا تو اور بہت سی باتوں کے ساتھ اپنا یہ ادھورا نام بھی اسے بہت "روکھا" سا لگا۔

عجیب بچوں والا نام تھا۔ پکارنے پر یہ بھی نہیں پتا چلتا تھا کہ مخاطب لڑکا ہے یا لڑکی۔ اس کے احتجاج پر امی ہمیشہ ہنس کر یہ توجیہہ پیش کرتیں کہ ایسا پیار میں کہا جاتا ہے۔ جبکہ انیقہ کا خیال بالکل مختلف تھا۔ بھلا جہاں اوپر تلے کی چھ بہنیں ہوں وہاں پانچویں نمبر کے لئے ایسا کیا پیار اُمڈا پڑ رہا تھا جو اس کے نام کی درگت بنانی پڑ گئی، ایسا صرف اور صرف اسے پکارنے کی آسانی کے لئے کیا گیا تھا۔ اسے پورا یقین تھا۔

اماں جی کے نزدیک ہی تخت کے کونے پر ٹکے "باادب باملاحظہ" کی تصویر بنے ابدال بھائی پر سے ہوتی ہوئی اس کی نگاہ گیٹ کے قریب اہتمام سے اپنی بائیک دھوتے ہوئے ہمایوں پر پڑی۔ اپنے میاں کی اس عادت سے وہ بہت چڑتی تھی۔ شام کے وقت جب کہ عموماً" مہمانوں کی آمد کا امکان ہوتا ہی ہے۔ اس کی یہ گھنٹے بھر کی دھلائی گیٹ کے سامنے چھوٹا سا تالاب کھڑا کر دیتی تھی۔ اس وقت بھی وہ ہر بات سے بے نیاز اپنے کام میں لگا تھا۔

"ہا!" آنی نے گہری سانس لیتے ہوئے پھر سے اوپر کی منزل سے گول گھوم کر آتی سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے نگہہم آپا کی آمد متوقع تھی۔ ماحول میں چھائی یہ کش مکش ان کے آنے پر ہی دور ہونی تھی۔ اپنی چند ماہ کی شادی شدہ زندگی میں وہ تیسری بار سب گھر والوں کو اس کیفیت سے گزرتا دیکھ رہی تھی۔ وجہ وہی تھی۔ یعنی آنسہ نگہہم جہاں کو کل شام پروفیسر اختر کے لائے گئے رشتے کے متعلق اپنے فیصلے سے اہل خانہ کو مطلع کرنا تھا۔ آنی کے سامنے نگہہم آپا کے لئے یہ تیسرا رشتہ آیا تھا۔ پہلے دو رشتوں کی وہ جس طرح درگت بنا چکی تھیں۔ اس کو دیکھتے وہ ان کی طرف سے کچھ زیادہ پر امید نہیں تھی۔

"ابدال! ذرا اوپر دیکھ کر تو آنا، کہیں میں لاؤنج میں ٹی وی تو کھلا نہیں چھوڑ آئی۔" بھابھی جان سے ضبط نہ ہو سکا تو آخر کار بول ہی پڑیں۔ "خوامخواہ چل رہا ہو گا۔ دیکھو، کچھ آواز آ تو رہی ہے۔"

انہوں نے کرسی چھوڑ کر تخت کا رخ کیا۔ حالانکہ آنی کو تو بہت کان لگانے پر بھی کسی قسم کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"اچھا سنو! ذرا نگہہم کے کمرے کی طرف بھی دیکھ لینا کہ کھلا ہے یا بند ہے؟"

انہوں نے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ابدال بھائی کو

بڑے سرسری انداز میں اوپر بھیجے جانے کا اصل مقصد بتایا۔ ان کی بے صبری بجا تھی۔ پروفیسر اختر ان کے میکے کی طرف سے دور کے عزیز ہوتے تھے اور یہ رشتہ لانے میں بھابھی جان کی والدہ نے ہی سرگرمی دکھائی تھی۔

ابدال بھائی بھی سمجھتے تھے لیکن اس وقت بظاہر ٹی وی بند کرنے کی غرض سے سیڑھیاں طے کرنے لگے' حالانکہ ٹی وی پہلے ہی سے بند تھا۔ یہ بھی جانتے تھے۔ مشکل آدھا زینہ ہی طے کیا ہوگا کہ اوپر سے نگہہم اترتی نظر آئیں۔ ابدال بھائی فوراً" ایک طرف کو ہوگئے لیکن پھر بھی ان کی تھانیداری سے بچنے نہ پائے۔

"صبح جو کپڑے آپ سے کہہ کر گئی تھی۔ ٹیلر سے لے آئے؟" ان کے لہجے کی کڑک سے تو گھر کے بڑے بھی دہلے رہتے تھے۔ بے چارے ابدال بھائی کس شمار قطار میں تھے۔

"ہاں جی! وہ لے آیا تھا۔ ادھر اماں جی کے کمرے میں رکھ دیے تھا۔"

"اماں جی کے کمرے میں رکھنے کی کیا تک تھی۔ چلیں ذرا مجھے دکھائیں' کوئی غلطی ہو تو ابھی ذرا دے آیئے گا!"

"جی بہتر۔" وہ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیچ زینہ سے ہی ان کے پیچھے ہولئے۔ بھائی جان نے انہیں جس مقصد سے اوپر کی طرف دوڑایا تھا۔ وہ تو پورا ہو ہی چکا تھا۔ لہٰذا اب جانا بے کار تھا۔

"کیا بات ہے' سب لوگ بڑے مصروف ہیں؟" انہوں نے ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

واقعی انہیں سیڑھیوں پر دیکھتے ہی بھائی صاحب جو پہلے ہی اخبار میں غرق تھے۔ مزید اندر ڈوب گئے تھے۔ اماں جی نے زیر مطالعہ کتاب پڑھتے ہوئے کچھ ایسے تاثرات چہرے پر جمع کرلئے تھے جیسے کوئی بہت ہی اہم موڑ درپیش ہو۔ بڑی بھابھی کرسی پر پڑی گڈو کی میلی شرٹ سے کرسیوں کے ہتھے صاف کرنے کی اداکاری میں مصروف ہوگئیں۔ ایک آنی ہی تھی جو بے وقوفوں کی طرح نگہہم آپا کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ اسی لئے ان کے سوال کی زد میں بھی وہی آئی۔

"آپ کے لیے چائے لاؤں آپا؟" ان کی تیز نظروں سے بچنے کے لئے فی الحال یہی راستہ نظر آیا۔

"نہیں۔ تم رہنے دو' تم سے اچھی چائے نہیں بنتی۔ ابدال بھائی! ذرا آپ ایک کپ چائے تو بنادیں پلیز....." انہوں نے سلے ہوئے کپڑوں کا بیگ لاتے ہوئے ابدال بھائی کو درخواست نما حکم جاری کیا۔

"پلیز! ابدال بھائی میرے لئے بھی!" اپنی بیگم کی نگہہم آپا کے ہاتھوں اس "قدر افزائی" پر ہنستے ہوئے ہمایوں نے بھی لجاجت سے کہا۔ اور ابدال بھائی بے چارے تو ویسے ہی بے دام غلام تھے۔ فوراً" ہی چل دیئے۔ آنی کو ان سب لوگوں کا اس طرح انہیں بات بات پر دوڑائے رکھنا سخت برا لگتا تھا۔

"ہوں! ہوں....." بھائی صاحب نے اخبار کے پیچھے سے کھانس کر اماں کو سگنل دیا کہ اب اصل معاملے پر آجانا چاہیے۔

"کیا بات ہے' گلا خراب ہو رہا ہے بھائی صاحب! ایک تو آپ ہر الا بلا کھا لیتے ہیں۔ اس عمر میں تو کھانے پینے میں احتیاط شروع کردینی چاہیے۔"

اب چونکہ یہ فرد جرم بھائی صاحب پر نگہہم آپا نے عائد کی تھی۔ اس لئے وہ چاہتے ہوئے بھی اس کی تردید نہیں کرسکے' یقیناً" وہ "الا بلا" ہی کھاتے ہوں گے۔ اور جہاں تک عمر کا تعلق تھا۔ وہ نگہہم آپا سے محض ساڑھے تین سال بڑے تھے۔

"آج تو تم خاصی دیر سوئیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" بھائی جان نے ذرا خوشامد بھرے انداز میں فکر مندی کا اظہار کیا۔

"دیر! آج تو میں سوئی ہی نہیں۔ ایسے ہی لیٹی ہوئی تھی۔"

ان کے اس غیر متوقع جواب پر بھابھی جان کی باچھیں کھل گئیں۔ یقیناً" پروفیسر اختر کا خیال ہی نیند چرانے کا باعث بنا ہوگا۔"

"پھر' بیٹی! کیا سوچا تم نے۔ اس رشتہ کے بارے

digest novels lovers group

میں، اگر تمہاری مرضی ہو تو پھر آگے کچھ تحقیقات کرائیں۔"

اماں جی نے مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور بیٹی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تحقیقات کیسی اماں جی؟ برسوں کے دیکھے بھالے لوگ ہیں، اختر بھائی کی شرافت کی تو لوگ مثالیں دیتے ہیں۔ پھر کوئی لمبا چوڑا سسرال نہیں۔ ایک ماں، ایک چھوٹی بہن اور بس، کل کو بہن کی شادی ہو جائے گی۔ پھر تو خیر سے نگہہم ہی کا راج ہو گا۔" بھابھی جان کو بڑی دیر بعد بولنے کا موقع ملا تھا۔ سو وہ بھائی صاحب کی تنبیہی نظروں سے بے نیاز بولے چلی جا رہی تھیں۔

"ضرور ہو جائے گی کل شادی، اگر اسی طرح بے لگام کھانے میں جتی رہیں تو کس کی شامت نے دھکا دیا ہے جو اس گوشت کے پہاڑ کو اپنے گھر لے جائے گا۔" ان کے اس بے لاگ تبصرے نے امیدوں کے آدھے چراغ تو گل کر دیئے تھے۔

"خیر ہمیں کیا۔ سب کا اللہ مالک ہے۔ پروفیسر اختر تو خاصے بھلے انسان لگ رہے تھے۔"

"آپ کو ہی بھلے لگ رہے ہوں گے، ایسا لگ رہا تھا کہ ماں بیٹا، بیٹی تینوں کھانے پینے کے کسی مقابلے میں حصہ لینے آئے ہیں کسی پڑھنے لکھنے والے آدمی کو پہلی بار اس طرح بے دریغ کھاتے دیکھا ہے۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ کسی رشتہ کے سلسلے میں آئے ہیں۔ بالکل سامنے والی کرسی پر میں بیٹھی تھی۔ پر مجال ہے جو اس اللہ کے بندے نے ایک بار میری طرف دیکھ کر دوسری نگاہ ڈالی ہو۔ بس اسی کوشش میں لگا رہا کہ جتنی چیزیں سامنے رکھی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی چکھنے سے رہ نہ پائے۔" ان کے اس بے دردی سے کیے گئے پوسٹ مارٹم کے بعد کوئی گنجائش رہ تو نہیں گئی تھی، پھر بھی اماں جی نے بھابھی جان کی خود سے وفاداری کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک کوشش اور کی۔

"اچھی طرح سوچ لو بیٹی! بڑی دلہن کی والدہ بہت تعریف کر رہی ہیں۔ کھانے پینے کا شوقین ہونا کوئی ایسی بڑی خرابی نہیں جس کی بنا پر اچھا بھلا رشتہ ٹھکرا دیا جائے۔ اللہ نے فراغت دی ہے تو کیوں نا اچھا کھائیں۔"

نگہہم آپا نے اماں جی کی منطق کو اسی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ سنا اور بھابھی جان کی طرف مڑ کر بڑی نزاکت سے گویا ہوئیں۔

"اللہ بھابھی جان! آپ کے خاندان میں کوئی ڈھنگ کا شخص بھی ہے یا نہیں، سچ بتائیں کل ان لوگوں کو دیکھ کر ایسا محسوس نہیں ہو رہا تھا جیسے ریسلنگ کا ڈبلز کھیلنے آئے ہوں۔"

بھابھی جان نے یہ کڑوا گھونٹ بڑی مشکل سے اندر اتارا۔ اگر پرسوں انہوں نے نگہہم آپا سے ہزار روپے نہ لئے ہوتے تو یقیناً" وہ کچھ نہ کچھ صدائے احتجاج ضرور بلند کرتیں۔

"تو پھر!"

"پھر کیا، بس صاف منع کر دیں۔ کیوں آنی؟" انہوں نے فیصلہ سناتے ہوئے آنی سے تائید چاہی۔ جو خاموشی سے نگہہم آپا کو اچھے بھلے رشتہ میں کیڑے نکالتا سن رہی تھی۔

"میں، میں کیا بتاؤں۔ آپ کہہ رہی ہیں تو ٹھیک ہی ہو گا۔" اس نے ہڑبڑاتے ہوئے انہیں دیکھا تو نظر خود بخود پیچھے کرسی پر بیٹھے ابدال بھائی پر جا پڑی۔ ان کے چہرے پر پھیلی خوشی اس کے لئے نئی نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی جب آنی کے سامنے نگہہم آپا نے دو رشتوں کو اسی طرح بے سبب ریجیکٹ کیا تھا۔ ابدال بھائی کے دل کا چور آنی کی گرفت میں آ گیا تھا۔ کل اس وقت جب پروفیسر اختر کے گھر والے یہاں موجود تھے تو یہی ابدال بھائی کتنے خاموش اور بجھے بجھے نظر آ رہے تھے۔ اپنے شبے کو یقین میں بدلنے کے لئے آنی ان کی ہر ادا کا خصوصی نوٹس لینے لگی تھی۔ اور اب اس وقت وہ کیسے کھلے ہوئے تھے۔ جیسے زعفران کا کھیت دیکھ کر آ رہے ہوں۔ معلوم نہیں گھر میں کسی اور کو ان کے دل کا حال معلوم بھی تھا یا نہیں۔ ویسے بھی ابدال بھائی بے چارے کون سے ایسے اہم تھے۔ نگہہم آپا کے فیصلہ سنا دینے کے بعد نظر ثانی کی

کسی اپیل کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے ذرا دیر بعد ہی محفل برخواست ہونا شروع ہو گئی تھی۔ بھائی صاحب اخبار لپیٹ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیئے تھے۔ بھابھی صاحبہ بھی ان کے پیچھے تھیں۔ ظاہر ہے کہ نگہہم آپا پر آیا غصہ اب بھائی پر ہی تخلیہ میں اترنا تھا۔ ابدال بھائی پوری توجہ سے نگہہم آپا کی ہدایات سن رہے تھے جو انہیں آگے درزی کو دے کر آئی تھیں۔ ہمایوں البتہ ساری کارروائی سے بے نیاز اب وانپر سے پانی خشک کرنے میں لگا تھا۔ وہ حیرت انگیز حد تک لاپروا تھا۔ گھر میں اٹھنے والے ہر مسئلہ سے وہ ایسی بے نیازی برتتا تھا کہ آنی کو حیرت ہونے لگتی۔ اماں جی کہا کرتی تھیں کہ وہ اپنے ابا پر گیا ہے۔ وہ بھی شروع سے اسی طرح ہر معاملے میں کان لپیٹے بیٹھے رہا کرتے تھے۔

اتنا تو اب آنی کو اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ نگہہم آپا کی گھر میں وہی حیثیت ہے جو U.N.O میں امریکہ کی۔ گھر بھر پر وہ اس طرح چھائی ہوئی تھیں کہ ان کی مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا تھا۔ ان کا ہر فرمان بجا تھا۔ کسی بھی معاملے میں ان کی رائے حرف آخر سمجھی جاتی تھی۔ ان کی عقل و دانش، معاملہ فہمی کے خاندان بھر میں ڈنکے تھے۔ اماں جی جیسی دبنگ خاتون بھی ان کی صلاح لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھیں۔ خاندان بھر میں کس سے ملنا ہے۔ کس سے نہیں، کس کو کھانے پر روکنا ہے اور کس کو خالی چائے پر ٹرخانا ہے۔ بھاوجوں کے میکے اور چھوٹی بہن کی سسرال سے کس طرح کے مراسم مناسب ہیں۔ غرض وہ ہر قسم کے معاملات کو بڑی خوش اسلوبی سے نمٹا رہی تھیں۔

ان کی ایک اضافی خوبی ان کا برسر روزگار ہونا بھی تھا۔ مقامی کالج میں عرصے سے لڑکیوں کو پولیٹیکل سائنس پڑھا رہی تھیں۔ تنخواہ کا بڑا حصہ وہ گھر میں آسائش کی چیزوں، بھائی بھاوج اور بھتیجا بھتیجی پر خرچ کر دیتی تھیں۔ گھر میں استعمال ہونے والی سوزوکی کار کی خریداری میں بھی سب سے زیادہ پیسے انہوں نے ملائے تھے۔ جو کہ انہوں نے اپنی ڈالی گئی دو کمیٹیوں سے حاصل کئے تھے۔ ان ساری خصوصیات کے بعد گھر پر ان کا ڈنکا بجنا سمجھ میں آتا تھا۔

اپنے پرسنل معاملات میں بھی وہ بڑی کاملیت پسند تھیں۔ پاؤں میں پہننے والی چپل بھی سارا بازار چھان کر پسند کرتی تھیں۔ پھر جیون ساتھی کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔ اس کے سلسلے میں تو نگہہم آپا کوئی رعایت دینے کے لئے تیار ہی نہیں تھیں اور وہ مرد میدان آہی نہیں چکتا تھا۔ جسے یہ بازی جیتنی تھی۔ اپنے سے چھوٹی نوین اور اس سے چھوٹے ہمایوں کی البتہ وہ بڑی دھوم دھام سے شادی کروا چکی تھیں۔

......*

"اللہ کی شان ہے۔ کہ لوگ یوں منہ بھر بھر کے اچھے بھلے رشتوں کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہاں تو اٹھتے بیٹھتے دعا کرتے ہیں کہ اللہ بیٹیوں کے فرائض سے جلد سبکدوش کرائے۔"

آنی کی امی نے نگہہم آپا کا رشتہ رد کئے جانے کی تفصیل سن کر ٹھنڈی سانس لی۔

"خیر امی! ہمارے گھر جیسا دستور تو کہیں نہیں ہو گا کہ جو پہلا رشتہ کسی بیٹی کا آیا، وہیں آنکھ بند کر کے بیاہ دیا۔" آنی آج صبح کی میکے آئی ہوئی تھی۔ ہمایوں آفس جاتے ہوئے چھوڑ گیا تھا۔

"خیر آنکھیں بند کر کے تو نہیں، ہاں زیادہ مین میخ نہیں نکالی، شکر ہے، سب اپنے گھروں میں خوش ہیں۔"

امی کے کہنے پر وہ منہ بنا کر خاموش ہو گئی۔ کل سے نگہہم آپا کے بے نیازی سے پروپوزل رد کرنے پر وہ تھوڑی سی حسد کا شکار ہو رہی تھی۔

"کیا ٹھاٹ ہیں بھئی۔ ادھر ہماری ایک سے بڑھ کر ایک پری جمال بہنیں کیسی کیسی غلام صورتوں کے ساتھ صبر و شکر سے گزارہ کئے چلی جا رہی ہیں۔"

"کس سوچ میں پڑ گئیں؟ تمہارے آنے کی خبر ہوتی تو سدرا کالج نہیں جاتی۔"

"سارہ آپا کس وقت تک آجاتی ہیں امی؟ چار تو بج ہی جاتے ہوں گے۔"

"ہاں! اتنا وقت تو ہو ہی جاتا ہے بیٹی، تم اپنی جٹھانی

سے سارہ کے لئے بات کرو نا' انہی پروفیسر صاحب کے لئے" امی نے کچھ سوچتے ہوئے اسے نئی راہ دکھائی۔

"نہیں امی! یہ مناسب نہیں۔ جس رشتہ کو میری سسرال میں اتنا مذاق اڑا کر واپس کیا گیا ہے۔ اسی کے لئے میں اپنی بہن کا نام پیش کردوں۔ خدانخواستہ سارہ باجی میں ایسی کیا کمی ہے۔ نگہہم آپا سے عادت' شکل ہر لحاظ سے ہزار گنا بہتر ہیں۔" آنی کو امی کی تجویز ہرگز پسند نہیں آئی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میری سارہ کا کیا بنے گا۔ ثمینہ اور صدف سے بھی کہا ہے کہ اپنی سسرال میں کوشش کریں۔ تم بھی بیٹی اپنے ملنے جلنے والوں سے ذکر کرو۔"

امی بڑی دل گرفتہ ہو رہی تھیں۔ اوپر تلے پانچ بیٹیوں کے ایک ساتھ بڑے ہونے نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ پانچویں نمبر کی آنی کے بعد اکلوتا بیٹا رضا اور اس کے بعد سدرہ تھی۔

بیٹیوں کے رشتے آنے شروع ہوئے تو ایک کے بعد دوسری کو نمٹانے کی غرض سے انہوں نے شریف اور کمانے والے لڑکے کو دیکھا' باقی کسی بات کی پروا نہیں کی۔ یہ "اچھی شکل" کا کریز تو آنی کو ہی تھا۔ جو اپنے ہر بہنوئی کو بہن کی خوبصورتی کے ساتھ دوسرے پلڑے میں تولتی' اب اس کا کیا کیا جاتا کہ دوسرا پلڑا ہمیشہ ہی اوپر رہتا۔ ہاں اپنی باری آنے تک اس کے نصیب نے یاوری کی اور شادی کی ایک تقریب میں وہ نگہہم آپا اور اماں جی کی نگاہوں میں ایسی بسی کہ انہوں نے اسے اپنے گھر لا کر ہی دم لیا' ہمایوں بہرحال اس کے تصورات سے زیادہ پرے نہیں تھا۔ ہاں البتہ اس پرچھائی خود غرضی کی حد تک بے حسی اسے اکثر تکلیف پہنچاتی تھی۔

"امی! آپ چھوٹی خالہ سے بھی کہیں نا' ان کا حلقہ احباب تو بہت زیادہ ہے۔ سارہ باجی کے لیے وہ بھی کوشش کریں۔" آنی کو ساری بہنوں میں سارہ باجی سے کچھ زیادہ ہی انسیت تھی۔

"ارے بیٹی کہنا کیا؟ سب کو نظر آرہی ہے۔ پر جان بوجھ کر آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ جب میں نے کہا تھا کہ سارہ سے پہلے صدف کی نہیں کروں گی تو سب مشورہ دینے میں آگے آگے تھے۔"

امی کی ناراضگی بھی ٹھیک ہی تھی۔ سب سے بڑی ثمینہ باجی کی شادی کے بعد جب تیسرے نمبر کی صدف کے لئے چھوٹی خالہ اپنے سسرالی عزیزوں میں سے رشتہ لے کر آئیں' تو ان کے ہچکچانے پر چھوٹی خالہ نے ہی مشورہ دیا تھا۔

"آپا بڑی چھوٹی کے چکر میں مت پڑنا۔ جس کا رشتہ ملے اسی سے فارغ ہو جانا۔"

بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی لیکن اس آپا دھاپی میں دوسرے نمبر کی سارہ آپا کہیں پیچھے رہ گئیں اور ان کے بعد کی تین بہنیں کھٹا کھٹ اپنے گھروں کو سدھار گئیں۔

بڑی پھوپھی جب آتیں امی کو یہ جتانا ضروری سمجھتیں کہ۔ "ہم نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ اگر ایک دفعہ بڑی کو چھوڑ کر چھوٹی کا رشتہ طے کردیا تو لوگ پھر اس سے چھوٹی کی آس لگا کر آئیں گے' بڑی کو کوئی نہیں پوچھے گا۔"

بڑی پھوپی کا فرمانا بھی بجا تھا۔ اور چھوٹی خالہ کا مشورہ بھی اپنا وزن رکھتا تھا۔ امی بے چاری تو سب کی سننے پر مجبور تھیں۔ خاندان میں اور کسی گھر میں کیونکہ لڑکیوں کی افراط نہیں تھی اس لئے ہر ایک انہیں مشورہ دینے اور ان کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرنے کا حق رکھتا تھا۔

سارہ باجی بھی برسوں سے ایک فارماسوٹیکل کمپنی میں اچھی خاصی تنخواہ پا رہی تھیں۔ لیکن ان میں وہ دبدبہ اور تمکنت نام کو بھی نہیں تھی جو نگہہم آپا کی شخصیت کا لازمی جزو تھی۔ آنی دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے حیرت میں پڑ جاتی۔ نرم و نازک سی سارہ باجی کو بچپن سے اب تک کسی معاملے میں اس نے اپنی چلاتے نہیں دیکھا تھا' ہر موقعہ پر امی کی رائے کو ہی آخری سمجھتی تھیں۔ ان کی طبیعت میں جو ازلی شفقت بھری ہوئی تھی' چھوٹے بہن بھائیوں نے اسے ان کی کمزوری بنا دیا تھا۔ ہر ایک ان سے اپنی منوا لیا کرتا تھا۔ بڑی چھوٹی عمر میں ہی وہ بی فارمیسی کر کے ابو

کی ذمہ داریوں کو ہلکا کرنے کی کوشش میں جاب حاصل کر چکی تھیں اور اب چند سال پہلے ابو کے انتقال کے بعد تو گھر کی کلی ذمہ داری ان پر ہی تھی' رضا تو سال بھر پہلے ہی گریجویشن کر کے فارغ ہوا تھا اور اب ماسٹرز میں ایڈمیشن لینے کے چکر میں لگا ہوا تھا۔ گھر چونکہ اچھی آبادی میں تھا اور تھا بھی خاصا بڑا۔ اس لئے اوپر کے پورشن کا خاصا ٹھیک ٹھاک کرایہ آجاتا تھا۔

آنی اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ امی کا ہاتھ بٹاتے ہوئے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزرنے کا پتا بھی نہ چلا۔ ہمایوں کے آنے کے خیال سے انہوں نے آنی کے منع کرتے کرتے بھی کئی چیزیں پکالیں۔ وہ باہر دوپہر کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جتنی بھی دیر ہو' کھانا گھر ہی آکر کھاتا تھا۔

سارہ باجی اور سدرا دونوں اسے دیکھ کر کھل اٹھیں۔ پھر جو باتوں کا سلسلہ دراز ہوا تو ہمایوں کی بائیک کی آواز پر تھما۔

"کیسے ہو ہمایوں؟ بہت دن بعد شکل دکھائی۔" سارہ باجی نے شفقت سے پوچھا۔ وہ خود پر ہمیشہ بزرگی طاری کئے رکھتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جاننے والوں میں ان کی کئی ہم عمریں انہیں سارہ باجی کہنے لگی تھیں اور سارہ باجی قطعی برا نہیں مانتی تھیں۔

"ٹھیک ہوں سارہ باجی! بس ٹائم ہی نہیں مل پاتا۔" وہ سارہ باجی کو جواب دیتا آنی کی طرف مڑا۔

"ذرا جلدی سے چل دو۔ مجھے ایک دوست سے ملنے جانا ہے۔"

"ارے ایسی کیا جلدی۔ کھانا تو کھالو۔ جاؤ سدرا جلدی سے کھانا لگاؤ۔" امی کے کہنے پر سدرا فوراً ہی کمرے سے نکل گئی۔

"نہیں امی! کھانا وانا کچھ نہیں۔ اس وقت بہت جلدی ہے' اب اٹھ بھی جاؤ۔" آنی کو اس کا اس طرح منع کرنا برا تو لگا لیکن کھڑی ہو گئی۔

"ذرا سی دیر کی تو بات ہے۔ سب کچھ تیار ہے۔ تھوڑا بہت تو کھالو۔ صبح کے نکلے ہوئے ہو۔" امی کے لجاجت بھرے انداز کا بھی اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

"کھالیں نا' جب سب اتنا کہہ رہے ہیں۔" آنی نے بھی دبے لہجے میں کہا مگر وہ صفائی سے نظر انداز کر گیا۔

امی اور سارہ باجی کے بے حد اصرار پر بھی وہ "پھر کبھی سہی" کہتا باہر نکل آیا۔ امی تو خاموش سی ہو گئیں۔ سارا دن بے چاری گرمی میں لگی رہی تھیں۔ سدرا نے کالج سے آتے ہی سویٹ ڈش بنا کر فریزر میں رکھی۔

آنی کو پہلی بار ہمایوں کی بے حسی پر اتنا زیادہ رنج ہو رہا تھا۔ کیا تھا اگر وہ ان لوگوں کا دل رکھنے کے لئے ہی کھا لیتا۔ اس کے تینوں بڑے بہنوئی بھی تھے کسی قسم کے تکلف کے بغیر آتے جاتے تھے۔ جو کچھ گھر میں پکا ہوتا' کھا لیتے اگر بھوک لگ رہی ہوتی تو بے وقت بھی اس سے اور سدرا سے فرمائش کر کے کچھ بھی بنوا لیتے' کتنی اپنائیت تھی ان کے رویے میں۔

"اور ایک یہ ہیں نواب صاحب! جن کے لئے اتنا تردد بھی کیا گیا' اس پر بھی غرائے!" سارا راستہ وہ کھولتی رہی۔ آج پہلی بار اسے اپنے بہنوئیوں کی خوبیاں نظر آئیں۔

گھر پہنچتے ہی وہ نہانے گھس گیا۔ آنی کو اتنا غصہ آرہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے بھی نہیں گئی۔ برآمدے میں ہی اماں جی اور بھابھی جان کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ اس کی امی کے گھر کی خیریت پوچھنے لگیں۔

"آنی! ذرا ایک کپ میرے لئے بھی نکال دو۔" تولیے سے سر رگڑتا ہمایوں ادھر بھی آگیا۔ پھر چائے پیتے پیتے اس نے ٹیبل پر رکھے شامی کباب' کافی کیک اور چپس جس تیزی سے کھائے۔ اسے اماں جان اور بھابھی جان نے بڑی معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"کھانا نہیں کھا کر آئے ہمایوں بیٹا۔" اماں جی نے پوچھ ہی لیا۔

"نہیں' ذرا جلدی ہے۔" اس نے سالم کباب منہ میں رکھا۔ آنی کا دل ہی تو جل کر رہ گیا۔ "جلدی' جلدی' اسی جلدی میں یہاں بیٹھ کر بھی تو اتنا کچھ کھا لیا۔ اگر دس منٹ وہاں رک جاتا تو کون سی ٹرین چھوٹے جا رہی تھی۔"

"ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سسرال میں پتا نہیں کیا کیا مال اڑا کر آرہے ہو۔"

بھابھی جان کے طنز کو وہ تو فوراً" سمجھ گئی۔ ہمایوں پر بھلا کیا اثر ہونا تھا۔ لاپروائی سے ہنسنے لگا۔ بدتمیز آدمی سے اتنا بھی نہ کہا گیا کہ وہ لوگ تو بہت روک رہے تھے میں ہی نہیں رکا۔

......*

اس رات وہ ہمایوں سے بہت لڑی۔ اسے آنی کے میکے کا کچھ تو بھرم رکھنا چاہیے تھا۔ اماں جی اور بھابھی جان کی معنی خیز نگاہیں کتنی دیر آنی کو اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہوئیں۔ جیسے وہ اس کے گھر والوں پر ہنس رہی ہوں۔ جو نئے نویلے داماد کو ایک وقت کے کھانے پر بھی نہیں روکتے۔ دروازے سے ہی ٹرخا دیتے ہیں۔

"ایسی بھی کیا مصیبت آگئی ہے' اگر تمہارے گھر کھانا نہیں کھایا' نہیں دل چاہ رہا تھا۔ نہیں کھایا بس!" آنی کے کافی دیر تک بڑبڑ کرنے سے وہ بھی چڑ گیا۔ "ذرا سی بات کا فسانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اماں جی کیا سوچ رہی ہوں گی؟ بھابھی جان طنز کر رہی تھیں' سب تمہارے اپنے ذہن کی اختراع ہے۔" اس کے لہجے میں اتنی رکھائی تھی کہ آنی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے بغیر کچھ کہے کروٹ بدل لی۔

وہ ایسا ہی تھا۔ بے مہر۔ بے مروت۔ کسی کے جذبات واحساسات کی پروا نہ کرنے والا۔ زندگی کے لئے اس کی اپنی شرائط تھیں۔ انہی پر وہ زمانے کو چلانا چاہتا تھا۔

......*

"ناشتہ تو کرلیں ابدال بھائی!" آنی نے ابدال بھائی کو تیزی سے گیٹ کا رخ کرتے دیکھ کر آواز دی' اسے ان بے ضرر سے انسان سے خاصی انسیت ہو چکی تھی۔

"آپ کیوں روز تکلیف کرتی ہیں۔ میں تو بس چائے پی لیتا ہوں صبح کو۔" وہ بے چارے آنی کو اپنے لئے ناشتہ لاتے دیکھ کر شرمندہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

جب سے کچن میں اس کا دخل شروع ہوا تھا۔ وہ ہمایوں کے ساتھ ابدال بھائی کے ناشتہ کو اپنی ذمہ داری بنا چکی تھی۔ یوں تو کچن کے لئے بوا موجود تھیں مگر وہ بے چاری نگہہ آپا' اماں بی' بھائی صاحب اور ان کی فیملی آخر کس کس کو دیکھتیں۔

"دراصل نگہہ کو آج جلدی پہنچنا ہے کالج' انہیں پہنچا کر گاڑی واپس بھائی صاحب کو لا کر دینی ہے پھر اپنے آفس روانہ ہونا ہے۔"

انہوں نے چائے کے بڑے سارے گھونٹ کے ساتھ جلدی کی وجہ تسمیہ بتائی۔

"آپ چائے کا پیچھا چھوڑیں اور یہ انڈا کھائیں! ویسے بھائی صاحب خود ہی نگہہ آپا کو کیوں نہیں لے جاتے۔ انہیں چھوڑتے ہوئے خود اپنے آفس چلے جائیں۔ آپ کیوں دو دو چکر کر رہے ہیں۔"

"ارے! نہیں نہیں۔ بھائی صاحب کیسے جاسکتے ہیں۔ بہت الٹا چکر پڑے گا انہیں' ابھی تو خاصا وقت ہے۔ میں پہنچا کر آبھی جاؤں گا۔"

ابدال بھائی کو آنی کا پیش کردہ حل قطعی پسند نہیں آیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ نگہہ آپا کی آواز پر گاڑی کی چابی اٹھا کر اتنی تیزی سے باہر نکلے جیسے شبہ ہو کہ کہیں واقعی بھائی صاحب بھی آفس کے لئے تیار ہو کر نہ نکل آئیں۔

"اونہہ! مجھے کیا' بنے رہیں غلام' حاصل کچھ نہیں ہوگا' خود ہی اپنی ویلیو گرا رکھی ہے۔"

ادھ کھائے انڈے کو غصہ سے دیکھتی ہوئی وہ ایسے بڑبڑائی جیسے انڈے کے بجائے ابدال بھائی سامنے ہوں۔

شادی کے شروع دنوں میں تو آنی ابدال بھائی کو سارے گھر کی تابعداری میں اس طرح کھڑے پاؤں سے پھرتے دیکھ کر یہی سمجھی تھی کہ وہ ہمایوں کے کوئی دور پرے کے غریب رشتہ دار ہوں گے۔ جو والدین کی عدم موجودگی کے باعث ان کے گھر پلے بڑھے ہوں گے اور اب خود کسی قابل نہ ہونے کی وجہ سے حسب روایت اپنی مٹی پلید کروا رہے ہیں۔ لیکن کچھ عرصے بعد جب اس کے پوچھنے پر ہمایوں نے بتایا کہ وہ ان کے سگے تایا کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ ان کے والدین ضرور

جلد انتقال کر گئے تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے چچا کے ہاں پلے بڑھے لیکن وہ اتنے مسکین اور غریب ہرگز نہیں جتنا آنی انہیں سمجھی بیٹھی ہے۔ ایم ایس سی کر کے کئی سالوں سے کسی کمپنی میں خاصی تنخواہ پا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں تایا ابا کا ایک سو بیس گز کا ڈبل اسٹوری گھر بھی ان ہی کی ملکیت ہے۔ جس کا کرایہ برسوں سے وہ سعادت مندی سے اپنی چچی یعنی اماں جی کے ہاتھ پر رکھتے ہیں۔

......*

"ہمایوں! بات سنیں!" آنی نے ٹی وی دیکھتے ہمایوں سے کہا۔ اس دن کی لڑائی اب پرانی ہو چکی تھی۔ ایک دو، دن ناراض رہنے کے بعد وہ خود ہی من گئی تھی۔ ہمایوں سے تو ایسی کوئی امید رکھنا عبث ہی تھا کہ وہ اسے منانے کا تردد کرے گا۔

"سنیں!" اس نے پھر پکارا۔

"بولو، تو سن رہا ہوں۔" نگاہیں اب بھی وہیں جمی تھیں۔

"ہمایوں! آپ لوگوں نے ابدال بھائی کی شادی کیوں نہیں کی اب تک، اصولاً تو آپ سے پہلے ان کی شادی ہونی چاہئے تھی۔" کئی دن سے دل میں ابھرتے سوال کو وہ زبان پر لے ہی آئی۔

"پتا نہیں بھئی۔ ایسی باتیں اماں جی سے پوچھا کرو، وہ صحیح جواب دے سکتی ہیں۔ ویسے نوین کی شادی کے دنوں میں کچھ ذکر اٹھا تو تھا ابدال بھائی کی شادی کا۔" ادھوری بات کر کے وہ پھر خاموش ہو گیا۔

"کیسا ذکر؟ پھر کیا ہوا تھا جو شادی نہیں ہوئی؟"

"ارے یار! اماں جی نے کوئی لڑکی وڑکی پسند کر لی تھی۔ بھابھی جان کے خاندان میں، نوین کے ساتھ ہی ابدال بھائی کی شادی سے نمٹنا چاہ رہی تھیں۔ پر یہ مان کر ہی نہیں دیے۔ بھابھی جان تو خاصا عرصے ناراض رہیں۔ ابدال بھائی سے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ آنی نے گہری سانس لی۔ انکار کی وجہ سے وہ واقف ہی تھی۔ حیرت ہے، جس چیز کو وہ چندہ ماہ میں بھانپ چکی تھی۔ گھر میں کسی اور کو ہلکا سا احساس بھی نہیں تھا۔

آج صبح سے ہی گھر میں اٹھا پٹخ جاری تھی۔ نوین کے میاں کے توسط سے نگہہم آپا کے لیے ایک بڑا ہی زبردست رشتہ ملنے کی نوے فیصد امید بندھ چلی تھی۔ بڑے اعلیٰ خاندانی لوگ تھے۔ سنا تھا کہ پارٹیشن سے پہلے ان کے بزرگ کسی ریاست کے نواب وغیرہ رہ چکے تھے۔ اس زمانے کو قصہ پارینہ بن جانے کے بعد بھی پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی۔ زرعی زمین، دو فیکٹریاں اور مختلف شہروں میں اچھی خاصی جائیداد رکھتے تھے۔

اسی حد درجہ شان و شوکت رکھنے والے خاندان کے سب سے بڑے فرزند عظمت علی خان سے نگہہم آپا کے رشتے کے سلسلے میں بات چیت کرنے ان کے گھر والے آج رات کے کھانے پر یہاں آ رہے تھے۔ آج تو ان لوگوں کو رات میں آنا تھا۔ لیکن ان کے استقبال کی تیاری پچھلے کئی دن سے جاری تھی۔ نوین جب آئی۔ ان کے گھرانے کے کروفر ادب آداب کا کچھ ایسا نقشہ کھینچی کہ سب گھر والے خوامخواہ ہی محتاط ہونے لگتے بے چاری بوا تو بار بار اماں بی سے کہے جا رہی تھیں کہ

"بی بی! مجھے تو ان لوگوں کے سامنے مت بلائیے گا۔ میں تو باورچی خانہ میں بیٹھی بیٹھی سارا کام دیکھ لوں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سامنے کوئی الٹی سیدھی بات کر جاؤں۔"

جب سے انہوں نے نوین سے سنا تھا کہ عظمت علی خان کے گھر کے نوکر بھی سرگوشیوں میں بات کرتے ہیں اور بے آواز قدموں سے سارے گھر میں گھومتے ہیں، انہیں زندگی میں پہلی بار اپنے طور اطوار میں کسی قدر کمی کا احساس ہو رہا تھا۔ ان کے جوتوں کی سٹر پٹر تو کوئی بھی گھر کے دوسرے کونے سے سن سکتا تھا۔

صبح سے ہدایتوں کے فون پر فون کئے جانے کے باوجود نوین سے صبر نہ ہو سکا۔ تو وہ بھری دوپہر میں انتظامات کا جائزہ لینے خود چلی آئی۔

ڈرائنگ روم سے لے کر برآمدے، اور وہاں سے گیٹ کے آس پاس تک تمام تر ممکنہ آرائش کر لی گئی

digest novels lovers group

تھی۔ قریبی نرسری سے بڑی تعداد میں آؤٹ ڈور اور ان ڈور رکھنے کے لئے پودوں کے گملے لائے گئے تھے' اور اب انہیں گیٹ کے نزدیک سے شروع کر کے برآمدے کی سیڑھیوں تک بڑی ترتیب سے لگایا گیا تھا۔ کچھ گملے ڈرائنگ روم کے کونوں اور برآمدے میں بھی رکھے گئے تھے' کہ آج کل کا ٹرینڈ ہے۔ سارا گھر ایک دم سرسبز لگنے لگا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کسی کو ایک بوتل میں پانی بھر کر منی پلانٹ کی شاخ ڈال دینے کی بھی توفیق نہیں ہوئی تھی۔

برآمدے میں بچھے تخت پر چھوٹا قالین ڈال کر مخمل کے گاؤ تکیہ رکھے گئے' اماں جی کا چاندی کا پاندان' جو وہ پچھلے کئی سالوں سے حفاظت کی غرض سے اسٹور میں رکھے بڑے صندوق میں رکھوا چکی تھیں۔ اجلوا کر کل ہی لایا گیا تھا۔ ڈھونڈ کر پیتل کے دو بڑے گلدان ڈرائنگ روم کے دروازے کے دائیں بائیں رکھے گئے تھے۔ ہمایوں کے دادا جان کی وہ فل سائز تصویر جس میں وہ بڑی سی پگڑی باندھے' ہاتھ میں سگار لیے' بڑے غصے سے کیمرے کی طرف دیکھ رہے تھے' بڑی دقتوں کے ساتھ اوپر سے اتار کر لائی گئی۔ فریم کو پالش سے چمکا کر اسے ڈرائنگ روم کے دروازے کے بالکل سامنے آویزاں کیا گیا تھا۔ اندر داخل ہونے والوں کی نظر سب سے پہلے اسی پر پڑ رہی تھی۔

سارے ماحول کو اچھا خاصا خاندانی بنا لینے کے بعد ذرا جا کے سکھ کا سانس لیا تھا۔

"ہوں! خیر! اچھا خاصا ہے۔" نوین نے ڈرائنگ' ڈائننگ ہال پر تنقیدی نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ بھابھی جان اور آپی کے جہیز میں لائے ہوئے سب سے اچھے صوفہ بیکس' کشنز اور ڈائننگ سیٹ وغیرہ خاصا لگژری لک دے رہے تھے۔

"اماں جی! آپ اپنے بیڈ پر مخمل کا بیڈ کور ڈلوا دیں اور باقی سب سارے بیڈ رومز میں بھی اچھے بھاری قسم کے بیڈ کور ڈال دیں۔" نوین نے آرڈر پاس کیا تو آپی سے خاموش نہ رہا گیا۔

"اتنی گرمی میں بھلا مخمل کے بیڈ کور کی کیا ضرورت ہے اور ویسے بھی ان لوگوں کو کمروں میں آ کر کیا کرنا ہے۔ ڈرائنگ روم سے بیٹھا کر رخصت کر دیں گے۔" ویسے بھی مخمل کے بھاری بیڈ کور اسی کے پاس تھے اور اماں جی کی ہمہ وقت پان کھانے کی عادت سے اسے ان کا حلیہ بگڑنے کا خدشہ بھی تھا۔

"یہی تو تم لوگ نہیں سمجھتے' بیٹھیں گے تو ظاہر ہے ڈرائنگ روم میں ہی' لیکن بہانے سے انہیں اور کمروں کی بھی سیر کرانی ہے۔ تاکہ یہ نہ سمجھیں کہ نودولتیوں کی طرح صرف ڈرائنگ روم ہی پر سارا زور دے رکھا ہے۔"

نوین نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور اس کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملانے والی بھابھی جان کو بھی سخت برا لگا۔

"اس میں نودولتیوں والی کیا بات ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں گھر سیٹ کرنا کون سا آسان ہے۔ ایک کمرہ بھی سیٹ ہو جائے تو بہت ہے۔"

ان کے کڑے تیور دیکھ کر نوین کچھ اور کہنے سے باز رہی۔ اس نازک سمے میں کسی بھی بھاوج سے بگاڑنا عقلمندی نہیں تھی۔ ورنہ عام طور پر وہ اپنی کسی بات کو رد کیے جانا آسانی سے برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"خیر آج تو انہیں کمرہ کمرہ گھمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خیریت سے رشتہ طے ہو جائے پھر تو روز کا آنا جانا ہو جائے گا۔ بڑی دلہن! تم ذرا باورچی خانہ کی خیر خبر لے لو۔" اماں جی نے بات ختم کرتے ہوئے بھابھی جان کی طرف دیکھا۔

"وہ سارا کام تو تقریباً" ختم ہو گیا ہے اماں جی! میں نے تو ساری کراکری اور کٹلری بھی صاف کروا کر رکھ دی ہے' نوین جب تم رات کو آنے لگو تو دو چار بوکے بنواتی لانا' ڈائننگ روم میں رکھ دیں گے۔"

ان کے اس قدر کارکردگی دکھانے پر اماں جی نے بڑی فخریہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ٹھیک' ویسے مجھے خود بھی خیال تھا۔ اب میں چلتی ہوں' اور ہاں رات کے مغالطے میں مت رہیے گا۔ وہ لوگ وقت کے بڑے پابند ہیں۔ آپ لوگ ذرا جلد ہی تیار ہو جایئے گا۔ میں ان لوگوں کے

پہنچنے سے پہلے ہی آجاؤں گی' اب ذرا کوئی مجھے چھوڑ آئے۔"

نوین کے کہنے پر سب کو جیسے ایک ساتھ ہی خیال آیا کہ ابدال بھائی آخر کہاں ہیں۔ ایسے بے وقت کے کام انہی کے سپرد تھے۔ ہمایوں تو اب تک آیا نہیں تھا اور بھائی صاحب کا یہ سونے کا وقت تھا۔ اس وقت کا اٹھایا جانا وہ آسانی سے برداشت نہیں کرتے تھے۔

"یہ ابدال آخر آج کل کہاں ہوتا ہے۔ میں تو تین چار دن سے اس کی شکل کو ترس گئی ہوں۔ بس بازار کے دو چار کام بھاگ دوڑ میں نمٹا کر غائب ہو جاتا ہے۔"

اماں جی نے آنی سے پوچھا' کیونکہ اسے ہی ان کے آنے جانے کا صحیح پتا رہتا تھا۔

"پتا نہیں اماں جی! میں نے تو آج انہیں صبح سے نہیں دیکھا' شاید آفس میں دیر ہو گئی ہو۔"

اس نے کہنے کو کہہ تو دیا لیکن ابدال بھائی کا صبح ناشتے کی میز پر بجھا بجھا چہرہ یاد کر کے اس کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"پتا نہیں سب کی آنکھوں پر کیسی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ جو یہ سادہ دل بے ضرر سا شخص کسی کو دکھائی نہیں دیا۔ اتنے خالص اور بے لوث دل کو دکھا کر نگہہم آپا کس طرح خوش رہ سکیں گی۔"

آنی نے اپنے کمرے میں آتے ہوئے سوچا۔ نوین اوپر کا کام کرنے والے رفیق سے رکشہ منگوا کر گھر جا چکی تھی۔

......*

شام کو جب سب کچھ بالکل تیار تھا۔ ابدال بھائی اس وقت بھی گھر پر نہیں تھے۔ شاید وہ اس بار ہونے والے جوش و خروش سے اپنی بربادی کا نشان بخوبی دیکھ رہے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے تو امید کا سرا بہر حال ان کے ہاتھ میں تھما رہتا تھا۔ پر اس بار تو سدا کی نکتہ چیں نگہہم آپا بھی بڑی شرمائی شرمائی اور خاموش تھیں۔ آج انہوں نے کالج سے چھٹی لی ہوئی تھی اور سارا دن محض آرام کیا تھا۔ چہرے پر مختلف وقتوں میں مختلف کریمیں اور ماسک لگانے میں ہی مصروف رہیں تاکہ شام کو زیادہ سے زیادہ فریش اور خوبصورت نظر آئیں۔ ان کی خوشی دیکھ کر آنی کو ابدال بھائی پر غصہ آنے لگتا۔

ضرورت کیا تھی' یہ ون سائیڈڈ محبت کا روگ پالنے کی' اب اگر مخالف پارٹی آپ کے لئے ایسے ہی جذبات نہیں رکھتی تو اس کا بھلا کیا قصور؟ وہ بھی تو اپنے دل سے مجبور ہے۔

آنی مسلسل اسی کیفیت کا شکار تھی۔ کبھی تو اسے ابدال بھائی سخت احمق اور سارے گھر والے بشمول نگہہم آپا انتہائی کٹھور اور خود غرض نظر آنے لگتے تھے اور کبھی وہ سارے الزام ابدال بھائی کے کھاتے میں ڈال کر نگہہم آپا کو "باعزت بری" کا فیصلہ سنا دیتی۔

ساڑھے سات بجے کا آنے کا کہنے والے جب ٹھیک سات پینتیس پر پہنچ گئے تو سارے گھر میں کھلبلی مچ گئی۔

"ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہی خاندان کا پتا چلتا ہے۔" نوین جلدی جلدی گیٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی جتانا نہیں بھولی تھی۔

آگے پیچھے تین نئے ماڈل کی گاڑیوں کو گھر کے آگے رکتے دیکھ کر ہی سب گھر والے دل میں نگہہم آپا کی خوش بختی کے قائل ہو گئے تھے' اماں جی نے تو نہ جانے کتنی منتیں مان لی تھیں۔ جو اس رشتے کے بخیر و خوبی انجام کی صورت میں انہیں ادا کرنی تھیں۔

عظمت علی خان' خود بھی آئے تھے۔ مڈل ایج کے اچھے خاصے اسمارٹ آدمی تھے۔ خاصے طویل عرصے ملک سے باہر رہے تھے حالانکہ چھوٹے دو بھائی بیویوں کو پیارے ہو چکے تھے۔ ان کے علاوہ ان کی والدہ' چچا' بھائی بھابھیاں اور بڑی بہن بہنوئی آئے تھے۔ وہ لوگ نگہہم آپا کو کسی فنکشن میں دیکھ چکے تھے۔ اس لئے باقاعدہ تیاری سے آئے تھے۔ نوین کے میاں کی ان کے بہنوئی سے پرانی جان پہچان تھی۔ عظمت علی خان کو بھی اسی لئے ساتھ بلایا گیا تھا تاکہ اماں جی اور ابا وغیرہ مل کر اپنا اطمینان کر لیں۔

"کیا بات ہے بیٹا! آپ بڑی خاموش ہیں۔" عظمت علی خان کی والدہ نے مسلسل نوین اور بھابھی

جان کو ہی بولتے دیکھ کر آنی سے پوچھا۔

"جی' وہ نہیں تو' آپ لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔" اب بھلا کیا بتاتی کہ ان کے ساتھ لائے گئے مٹھائی پھلوں اور خشک میووں کے ان گنت ٹوکرے دیکھ کر اس خیال میں الجھی ہوئی تھی کہ اب جوابا" ہمیں کیا کچھ بھیجنا چاہئے۔

"ماشاءاللہ! کس قدر باادب بچی ہے۔ ورنہ آج کل تو یہ لحاظ ہی اٹھ گیا ہے کہ بڑوں کی محفل میں خاموش رہنا چاہئے۔" ان کے اس طرح سراہنے پر مسلسل بولتی نوین اور بھابھی جان کے دل کو دھکا سا لگا۔ "یہ آنی کو دیکھو' کیسی گھنی ہے۔ اس وقت کیسی بھیگی بلی بنی بیٹھی ہے۔" نوین کو افسوس ہونے لگا کہ وہ اپنا پڑھایا ہوا سبق خود ہی کیوں بھول گئی تھی کہ زیادہ پٹر پٹر نہیں کرنی ان لوگوں کے سامنے۔

"آؤ بیٹی! میرے پاس بیٹھو۔" عظمت علی خان کی والدہ نے نگہہم آپا کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا جو ذرا سی دیر ہی کے لئے اندر آئی تھیں۔ مرد حضرات تھوڑے فاصلے پر گروپ بنائے بیٹھے تھے۔

آنی نے محسوس کیا تھا کہ زیادہ بات چیت ان کی والدہ ہی کر رہی تھیں۔ دونوں بھاوجیں اور بہن کوئی رسمی سا جملہ بول دیتیں اور پھر خاموش ہو جاتیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ خاندان واقعی بہت پڑھا لکھا' روشن خیال اور ویل مینرڈ تھا۔ کسی حرکت سے کوئی اوچھا پن رائی برابر بھی ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

نگہہم آپا نے مشرقی روایات پر کاربند ہونے کا پورا ثبوت دیتے ہوئے ہونے والی ساس صاحبہ کے پاس ذرا دیر بیٹھنے کے بعد دوبارہ اپنی شکل نہیں دکھائی۔

"بس بہن! اب آپ جلد سے جلد ہمیں خوشی کی خبر دیجئے گا۔ ہم بہت امید لے کر جا رہے ہیں۔" عظمت علی خان کی والدہ نے اماں جی کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو ان کا دل چاہا کہ دنیا داری کی ساری مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر فوری طور پر رشتہ کی منظوری دے دیں' مگر ایسا کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا اس لئے مسکراتے ہوئے سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔

......*

رات گئے برآمدے میں قدم رکھتے ہی ابدال بھائی کو ایک خوشگوار سی مہک سارے ماحول میں سانس لیتی محسوس ہوئی۔ چمکیلے کاغذ میں لپٹے ٹوکرے برآمدے کی تیز روشنیوں میں زیادہ چمک رہے تھے۔ سارے گھر والے ڈرائنگ روم میں موجود یقیناً" آج کی ساری کارروائی پر تبصرہ کر رہے تھے۔ باہر آتے قہقہے' تیز روشنیوں میں نہایا ہوا گھر' اس سمے رات کے تقریباً" سوا بارہ بجے' اس جگہ کھڑے انہیں اچانک اپنا آپ سارے ماحول میں بڑا اجنبی سا محسوس ہونے لگا۔ آنکھوں میں زمانے بھر کی ویرانی سمیٹے' اس پامال دل کے ساتھ وہ آخر یہاں کیا کر رہے تھے۔

"ارے ابدال بھائی! وہاں کیا کھڑے ہیں۔ اندر آئیں۔" ہمایوں نے ادھ کھلے دروازے سے ان کی جھلک پالی تھی۔

"شاباش ہے بیٹا! تم سے تو ایسی امید نہ تھی۔ بہن کے سسرال والے آئے بیٹھے رہے اور تمہارا کہیں پتا نہیں" اماں جی نے پیار سے شکوہ کیا تو ابدال بھائی اپنے دل کے باندھے ہوئے بندھن کا مفہوم بدلنے پر احتجاج بھی نہ کر سکے۔

"اماں جی! وہ' ایک دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ ہاسپٹل میں تھا۔"

ان کے اس سفید جھوٹ پر آنی نے بے ساختہ ان کی طرف دیکھا۔ آنی کی نگاہوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ اپنی نظریں جھکانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ سارے گھر والے جانتے تھے کہ ابدال بھائی کے صرف دو دوست ہیں۔ آج ان دونوں کے ہی فون اتفاق سے آنی نے ریسیو کئے تھے جو انہوں نے ابدال بھائی کو پوچھنے کے لئے کیے تھے۔

"پتہ نہیں دل کی وحشت کہاں کہاں لئے پھری ہو گی۔" اس نے سوچتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔ جو سر جھکائے اماں جی سے عظمت علی خان کے خاندان کی "عظمتوں" کی داستان سن رہے تھے۔

"بس اب منگنی ونگنی کے چکر میں تو پڑنا نہیں ہے' سیدھے سیدھے شادی ہی کرنی ہے۔ ان لوگوں کو تو

بہت جلدی ہے۔ پہلے ہی خاصا وقت گزر چکا ہے۔"

"نگہہ کی کیا مرضی ہے؟ انہیں کوئی اعتراض؟" انہوں نے مرے مرے لہجے میں پوچھا تو سارے ہی ہنس پڑے۔

"لو نگہہ سے کیا پوچھنا؟ دیکھ نہیں رہے کیسی کھلی پڑی ہیں۔ صاف صاف ہاں لکھی ہے چہرے پر۔" بھابھی جان کے فقرے پر شرما کر اٹھتی نگہہ کو دیکھ کر، وہ جو دل کو موہوم سی امید تھی کہ پچھلے تمام رشتوں کی طرح وہ اس بار بھی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دیں گی، بالکل ہی ختم ہو گئی۔

جتنی بار بھی نگہہ اپنے لئے لائے گئے رشتوں میں خامیاں نکالتی یا ان کا مذاق اڑاتیں وہ ناقابل بیان تسکین محسوس کرتے۔ نگہہ انہیں اوپر اور اوپر نظر آتیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سارے جہاں میں کوئی ایک بھی نہیں، جو ان کے قابل ہو۔ اور وہ خود تو کسی پجاری کی طرح ان ہی کے دھیان میں گم تھے۔ کبھی اتنی ہمت پا ہی نہیں سکے کہ حرف مدعا بیان کر پاتے۔ بس اپنے جذبہ دل کے زور پر آس لگائے بیٹھے تھے۔ جانے کیوں انہیں یقین تھا کہ ان کے دل کی لگی اپنا آپ منوا کر چھوڑے گی۔

......*

آج شام آنی، ابدال بھائی کو لے کر اپنی امی کی طرف چلی آئی۔ کئی دن سے آنا چاہ رہی تھی لیکن ہمایوں کی "کل" "آج" میں تبدیل نہ ہونے پر وہ ابدال بھائی کو تھوڑی دیر کے لئے پکڑ لائی۔

"کچھ تو لو بیٹا! تم نے تو کچھ بھی نہیں نکالا۔ خالی پلیٹ لئے بیٹھے ہو۔" آنی کے منع کرنے کے باوجود امی نے انہیں کھانے پر روک لیا تھا۔

"کھا رہا ہوں آنٹی۔" ابدال بھائی نے پلیٹ میں نکالے ہوئے برائے نام چاول چمچے سے ادھر ادھر کرتے ہوئے کہا۔

امی نے ان کے نہ نہ کرنے کے باوجود پلیٹ میں بریانی اور کباب نکال دیئے تھے۔

"کھایا کریں۔ نہیں تو آہستہ آہستہ بھوک ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔" سارہ باجی نے اپنے اسی بزرگانہ انداز میں کہا جس کے بل پر وہ بڑے بڑوں کو نصیحتیں فرما لیا کرتی تھیں۔

"آنی! تم اچار پر پانی مت پیا کرو۔ پھر ہمیشہ اگلے دن تمہارا گلا بند ہو جاتا ہے۔"

ابدال بھائی کو یہ پیار بھری ہیڈ ماسٹری جھاڑتی، بالوں کو لاپروائی سے بینڈ میں جکڑے، سوبری لڑکی خاصی دلچسپ لگی۔

"اچھا! جبکہ آپ کو میں نے ابھی دیکھا تھا اچار کے ساتھ ساتھ پانی پیتے ہوئے! آپ کا گلا خراب نہیں ہوتا؟" ان کے مصنوعی حیرت سے پوچھے گئے سوال پر زور دار قہقہہ پڑا۔ سارہ باجی بے چاری نگہہ آپا تو تھیں نہیں جو تڑ سے جواب دیتیں۔ سر جھٹک کر مسکراتی ہوئی دوسری طرف متوجہ ہو گئیں۔

"آنی! ذرا میرے کمرے میں تو آنا۔" وہ ہاتھ دھونے کے لئے اٹھی تو امی پیچھے چلی آئیں۔

"جی امی! کوئی خاص بات؟" وہ ان کے اشارے پر اپنے پیچھے کا دروازہ بند کر کے خاصی متجسس ہو گئی۔

"ہاں، ہاں۔ تم یہاں بیٹھو تو سہی۔"

"جی، اب بتائیں۔" وہ ان کے قریب بیڈ پر ٹک گئی۔

"اچھا بھلا لڑکا ہے ابدال، تم بہن کے لئے بات کیوں نہیں چلاتیں۔" امی مجبور تھیں، اسی لئے غرض کی عینک لگا کر زمانے کو دیکھنے کی عادی ہوتی جا رہی تھیں۔ "میں نے تو تمہاری شادی کے بعد پہلی بار اسے ڈھنگ سے دیکھا ہے۔ کیسا سیدھا سادا سا ہے۔ روزگار بھی ہے اور ہمیں کیا چاہئے، اب تمہاری سسرال جیسی ہماری قسمت کہاں جہاں اتنے بڑے گھرانے سے رشتہ جڑ رہا ہے، اور بیٹی سو بات کی ایک بات رشتہ اپنے جیسے لوگوں میں ہی کرنا اچھا ہے، آدمی سو جھنجھٹوں سے بچا رہتا ہے۔"

شادی کے شروع دنوں میں آنی کو بھی کئی مرتبہ ابدال بھائی کو دیکھ کر سارہ باجی کا خیال آتا تھا، لیکن جلد ہی ان کا جھکاؤ نگہہ آپا کی طرف دیکھ کر اس نے یہ بات دماغ سے نکال پھینکی تھی۔

"بس بیٹا! اللہ کا نام لے کر بات چھیڑو۔ میری تو فکر

سے راتوں کی نیند اڑ چکی ہے۔ میری سارہ اپنے گھر کی ہو جائے۔ میرے دل پر بہت بوجھ ہے۔ اپنا آپ اس کا مجرم لگتا ہے۔ جیسی میری بچی نے سارے گھر کی خدمت کی ہے۔ اللہ ہی اس کا اجر دے گا۔" امی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر آنی کا خود دل بھر آیا۔

"ایسی بے حوصلہ نہ ہوں امی! اللہ بہتری کرے گا۔"

"بس اب تم دیر نہ کرو۔ خدا کرے یہیں بات بن جائے۔"

"چلیں، ٹھیک ہے، میں موقع دیکھ کر بات کرتی ہوں، لیکن آپ اتنا پریشان نہ ہوا کریں۔"

آنی نے ماں کو مطمئن کرنا ضروری خیال کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

......*

امی کو تو وہ امید کا سرا تھما آئی تھی۔ لیکن خود مسلسل شش و پنج میں تھی۔ کبھی خیال آتا کہ جب نگہہ آپا کی شادی اب بالکل قریب آچکی ہے اور ابدال بھائی بھی لاکھ بجھے بجھے ہونے کے باوجود خود کو ظاہری طور پر سنبھال چکے ہیں تو پھر ایسا ہو جانے میں کوئی برائی بھی نہیں۔ آخر کہیں نہ کہیں تو وہ بھی شادی کریں گے ہی، لیکن اگر ایسا ہو جانے کے بعد ابدال بھائی سارہ باجی کو وہ محبت اور توجہ نہ دے پائے جو بحیثیت بیوی ان کا حق بنتی ہے تو پھر یہ شادی سارہ باجی کی زندگی کے ساتھ ایک بڑا سنگین مذاق بن کر رہ جائے گی۔ امی کے روز یاددہانی کے فون آتے اور اسے مزید بے چین کر ڈالتے۔ آخر اللہ کا نام لے کر اس نے بات شروع کر ہی دی۔ ہمایوں کے توسط سے اماں جی تک اس بات کا پہنچنا گھر میں بحث کے کئی عنوان کھولتا چلا گیا۔

"میری تو اپنی خالہ آس لگائے بیٹھی ہیں اپنی بیٹی کے لیے اس قدر خوش مزاج اور کامی لڑکی ہے۔ میں تو انہیں تسلی بھی دے چکی ہوں کہ صاعقہ کے لیے اب کوئی دوسرا گھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنی دیورانی بنا کر لے جاؤں گی۔"

بھابھی جان نے تو جب سے سنا تھا انہیں کسی طرح چین نہیں آرہا تھا۔ اچھا خاصا "صاحب جائیداد" لڑکا ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ وہ تو برسوں ابدال پر نظر رکھے ہوئے تھیں۔

"اب تو چھوٹی دلہن کہہ چکی ہیں، ان کی بات لوٹانا بھی اچھا نہیں لگتا۔ پھر ابدال بھی نیم رضامند ہو رہا ہے ورنہ پہلے تو اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنے دیتا تھا کسی کو۔"

اماں جی کے لئے بھابھی جان کو ٹالنا بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ان کے سامنے سراپا احتجاج بنی بیٹھی تھیں۔

"جبھی گھیر گھیر کر اپنے گھر لے جایا جاتا تھا ابدال کو۔ ہمیں تو ایسے طریقے آتے نہیں ورنہ ابدال کون سا اب تک کنوارا بیٹھا ہوتا۔" دل کی بھڑاس نکل کر نہیں دے رہی تھی۔

"اچھی خاصی عمر ہے سارہ کی، ابدال کے برابر ہی کی ہوگی۔ یہ آنی تو بڑی ہی تیز نکلی۔ کیسے چپکے چپکے اپنی بہن کے لیے راہ ہموار کی۔"

"ابدال بھائی ناشتہ کریں۔ ابدال بھائی کھانا لاؤں۔ کیسا مٹھی میں کیا چار دن میں!"

"خیر اب سارہ اتنی بھی بڑی نہیں، نگہہ کی ہم عمر ہی ہوگی، نگہہ ابدال سے تین سال چھوٹی ہے، اور پھر عمروں کا کیا ہے، لڑکی نیک ہو، سمجھدار ہو تو ساری باتیں پیچھے چلی جاتی ہیں۔ اللہ سب کی بچیوں کی قسمت اچھی کرے۔"

جب سے نگہہ آپا کا رشتہ طے ہوا تھا، اماں جی بڑی رقیق القلب ہو گئی تھیں۔

"ہم تو اس لیے خاموش تھے کہ ابھی گھر میں اتنا بڑا کام ہونا ہے، یہ خیریت سے نمٹ جائے تو پھر بات چھیڑیں گے، لیکن یہ انہوں نے تو اس کا بھی انتظار نہ کیا۔" بڑی بھابھی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھیں۔

"دیکھو بیٹی! سب سے پہلی بات تو ابدال کی رضا مندی تھی، اس کا اشارہ اب اتنے عرصے بعد جا کر ملا ہے، ورنہ خود بتاؤ جہاں جہاں تم نے کہا میں نے اس پر کتنا بھی زور ڈالا پر وہ کس سے مس نہ ہو کر دیا، پتہ

نہیں یہ کونسی گھڑی تھی جو وہ ہمایوں کی بات مان گیا ہے۔"

اماں جی کا ٹھنڈا لہجہ بھی بھابھی جان کے غصے کو ٹھنڈا نہ کر سکا۔ وہ اٹھتے اٹھتے بھی اتنا ضرور کہہ گئیں۔

"ہمایوں کو بھی شاباش ہے! اپنے گھر کے کسی معاملے میں تو ان سے زیادہ الغرض کوئی نہیں ہے لیکن سالی کے معاملے میں اس قدر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا کہ بالا ہی بالا سب کچھ طے کر لیا اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی۔"

سچی بات تو یہ تھی کہ ہمایوں نے واقعی اپنی تمام تر لاپروائی اور بے حسی کے باوجود سارہ باجی والے معاملے کو بڑی ذمہ داری اور خلوص سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ٹھانی ہوئی تھی' کچھ تو اپنی سسرال والوں کے حد درجہ شریفانہ برتاؤ اور کچھ آنی کے مسلسل زور دینے پر۔ آنی واقعی اس کی شکر گزار تھی' ابدال بھائی پوری طرح راضی تو نہیں تھے۔ لیکن ہمایوں کے مسلسل گھیراؤ سے کمزور پڑتے جا رہے تھے' دل و جان پر عذاب سہتے' اب شاید وہ خود بھی ستانا چاہ رہے تھے' اور وہ خود سے لاپروا' ہر ایک کا خیال رکھتی لڑکی جس کا نام سارہ تھا' اپنے اندر اتنی کشش ضرور رکھتی تھی کہ ابدال بھائی ہمایوں کا کہا ٹال نہ سکے۔

نوین کو پتہ چلا تو خلاف توقع اس نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

"سارہ باجی سے اچھی لڑکی ابدال بھائی کے لیے مل ہی نہیں سکتی' میں تو کہتی ہوں' اب ذرا دیر نہ کریں اور نگہہ آپا کے ساتھ انہیں بھی نبٹا دیں۔"

نوین کے اس طرح کہنے سے آنی کو بڑی خوشی ہوئی ورنہ اس کی نکتہ چین عادت سے وہ کچھ زیادہ اچھی امید نہیں رکھے ہوئے تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو ابدال بھائی! آخر آپ کے سہرے کے پھول کھلنے کا وقت بھی آ ہی گیا۔"

اس کی پر زور مبارکباد پر ابدال بھائی کچھ جھینپ سے گئے۔ بھلا کوئی ابھی رشتہ تھوڑی طے ہو گیا تھا۔ اس طرح کی چھیڑ چھاڑ ان کے لیے بالکل نیا تجربہ تھی' دل کے اندر دور تک جو اداسی کا گہرا احساس بسیرا کیے ہوئے تھا۔ وہ کبھی کبھی مدہم ہونے لگتا تھا۔

تنہائی ملتے ہی اماں جی نے نوین کو بھابھی جان کی ناراضگی سے آگاہ کیا۔

"کرنے دیں اعتراض انہیں' ان کے خاندان میں تو اماں اب کسی اور کی شادی ہرگز ہرگز بھی نہ کریں' وہ ہی ایک بہت ہیں ہمارے گھر کے لیے۔"

بظاہر تو نوین بڑی بھاوج سے بہت گھلی ملی رہتی تھی' پر دل ہی دل میں دونوں ہی ایک دوسرے کی کاٹ میں رہتیں۔

"آنی کا گھرانہ بہت اچھا ہے' آج تک بے چاروں نے کسی بات میں شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ بھابھی جان کے میکے والوں سے اللہ بچائے' کس قدر فسادی لوگ ہیں' وہ تو ہم ہی ہیں جو ان کے ساتھ گزارا کر گئے۔"

"چلو پھر نگہہ لاہور سے آ جائے تو چل کر بات پکی کر آئیں۔" اماں جی نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

"بات تو خیر پکی ہی سمجھئے' نگہہ آپا تو ابھی چار چھ دن اور لگا کر آئیں گی۔ اس کے بعد ان کی شادی میں دن ہی کتنے رہ جائیں گے' پورا مہینہ بھی نہیں ہو گا۔ ایسا کرتے ہیں کل میں' آپ بھائی صاحب' ابا اور جو کوئی بھی چلنا چاہے' سارہ باجی کے ہاں چلتے ہیں تاکہ ابتدائی بات چیت تو شروع ہو سکے۔"

نوین اب مزید دیر کے حق میں بالکل نہیں تھی۔ سارہ کی نرم طبیعت اور اپنائیت بھرا انداز اس کو واقعی بہت اچھا لگتا تھا۔

"تمہارے ابا بھی یہی کہہ رہے تھے کہ ابدال اگر راضی ہے تو ذرا دیر نہ کرو' کہیں پھر سے اس کا فیصلہ نہ بدل جائے۔"

"بس اماں جی! میں آنی سے کہے دیتی ہوں کہ وہ اپنے گھر فون کر کے بتا دے کہ ہم لوگ کل شام آ رہے ہیں۔" نوین نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

آنی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سب کچھ اتنی آسانی سے ہو جائے گا' ابدال بھائی کی رضامندی ناممکن تو نہیں لیکن دیر طلب ضرور لگ رہی تھی۔ ان کو رضا

مند کرنے میں ہمایوں نے جس کردار کا مظاہرہ کیا تھا آنی سے اس سے وابستہ ساری شکایات بھلا دی تھیں۔ اور پھر بھابھی جان کو چھوڑ کر باقی سب لوگوں نے بھی اس رشتہ پر جس خوشی کا اظہار کیا تھا' اس نے بھی اسے بے انتہا خوشی بخشی تھی۔ خاص طور پر نوین نے کل سے جس طرح بڑھ چڑھ کر ہر بات میں سارہ باجی کی حمایت کی تھی۔ اس نے آنی کو خاصا حیران کر رکھا تھا۔ نوین کے متعلق اس کی رائے محض چوبیس گھنٹوں میں بدل گئی تھی ورنہ اس سے پہلے تو نوین کی زبان کی تیزی سے وہ خائف ہی رہتی تھی۔

آنی کے میکے سے واپسی پر سب لوگ ہی بے حد خوش تھے۔ رشتہ تقریباً" طے ہی سمجھا جا رہا تھا۔

امی نے اتنے شارٹ نوٹس پر بھی کھانے پر خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ ان کی دعائیں بار آور ہوئی تھیں۔ ان سے زیادہ بھلا کون خوش ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے سب بیٹی دامادوں کو بھی بلا رکھا تھا سب ہی اس رشتہ سے بے حد مطمئن نظر آ رہے تھے۔

"چلو بھئی' آخر کار گھر کے دو سینئر کنوارے اپنے انجام کو پہنچے۔"

نوین کے میاں آصف نے مسکرا کر ابدال بھائی کی طرف دیکھا وہ آنی کے میکے سے واپس آنے کے بعد اب یہاں محفل جمائے بیٹھے تھے۔

"ماشاء اللہ دونوں ہی رشتے اتنے اچھے ملے ہیں۔ اللہ نے جس کام کا جو وقت مقرر کیا ہے۔ وہ اس پر انجام پاتا ہے۔ اب دیکھو نگہہم اور ابدال دونوں کے لیے میں کتنے برسوں سے پریشان تھی نہ یہ ہامی بھرتا تھا نہ ان کی نظر میں کوئی سماتا تھا۔ اب دیکھو اللہ نے کیسی دونوں کی فکر دور کی۔"

اماں جی بڑی مطمئن ہو گئی تھیں۔ عین وقت پر بھابھی جان نے بھی مصلحتاً" اپنی ناراضگی کا پروگرام ملتوی کر کے کسی طرح کی بدمزگی کے امکان کو ختم کر دیا تھا۔

"نگہہم آپا سنیں گی تو خوشی سے اچھل پڑیں گی' کتنا زبردست سرپرائز ہو گا ان کے لیے۔ اماں! ابھی فون کر کے انہیں بتاتے ہیں۔"

نوین کی طبیعت میں بے صبرا پن بہت تھا' چھوٹی سی بات بھی اس کے پاس زیادہ دیر تک نہیں رکتی تھی یہ تو خیر گھر کی تاریخ کا اہم واقعہ تھا اس میں تو وہ حق بجانب تھی۔

"نگہہم آپا بھی لاہور جا کر بیٹھ ہی گئی ہیں۔ پتا نہیں کتنی شاپنگ کر کے لوٹیں گی۔"

نگہہم ان دنوں کالج میں چھٹیاں ہونے کی وجہ سے بڑی خالہ کے ہاں لاہور گئی ہوئی تھیں' انہیں تو ویسے بھی شاپنگ کا کریز تھا اب تو شادی کی تاریخ قریب تر آنے پر' انہیں اپنے من پسند پروگرام پر عمل پیرا ہونے کا معقول بہانہ ملا ہوا تھا۔ اس لیے خوب زور و شور سے شاپنگ بھی جاری تھی۔

"اب تو خاصی رات ہو گئی ہے۔ کل کر لینا' کیا پتا سو چکے ہوں سب لوگ۔" اماں جی نے نوین کو فون کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"بڑی خالہ کے ہاں کوئی اتنی جلدی سوتا وو تا نہیں' وہ لوگ تو دیر سے سونے میں ہمارے بھی استاد ہیں اور آج کل تو نگہہم آپا بھی وہیں ہیں' آدھی رات تک گپ شپ چلتی ہو گی۔"

نوین کی بات بمشکل پوری ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی بیل پر سب ہی چونک گئے۔

"ضرور نگہہم آپا ہی کا فون ہے۔" نوین نے کہتے ہوئے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف واقعی وہی تھیں' اور اچھے خاصے غصے میں معلوم ہو رہی تھیں۔

"حد ہو گئی لاپروائی کی' کتنی دفعہ فون کر چکی ہوں' کوئی ریسپانس ہی نہیں' آخر سب لوگ تھے کہاں؟ میرا تو فکر کے مارے برا حال ہو گیا۔"

"وہ! آپا! بات ہی کچھ ایسی ہو گئی ہوا تو تھیں مگر شاید سنا نہیں ہو گا یا نماز پڑھنے میں ہوں گی۔"

"ایسی کیا ایمرجنسی ہو گئی تھی' جو سارا گھر یوں باجماعت غائب تھا۔"

بات تو اتنی مزیدار ہے کہ آپ سنیں گی تو خوش....

"

نوین تو انہیں ساری تفصیل سنانے میں لگی تھی' لیکن ابدال بھائی جو چند لمحے پہلے کسی بندھن کے

خیال میں خود کو نرم و نازک احساسات میں گھرا پا رہے تھے۔ اب چوروں کی طرح نوین کی طرف دیکھ رہے تھے پتا نہیں نوین کیا کہہ سن رہی تھی۔ وہ تو خود کو مجرم سا محسوس کرنے لگے تھے، کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آکر وہ یہ فیصلہ کر تو بیٹھے، لیکن دور بیٹھی نگہہ آپا کی ایک فون کال ہی ان کے لیے اتنی اثر انگیز تھی کہ دل کی جلتی بجھتی بستی پھر سے پوری طرح لو دینے لگی تھی، برسوں سے جس محبت کو وہ عبادت کی طرح کرتے چلے آرہے تھے، اس سے اتنی آسانی کے ساتھ کنارہ کش ہو کر نیا جہاں بسانے کی بنیاد رکھنے پر وہ اپنے آپ کو بڑا چھوٹا محسوس کرنے لگے۔

"تو یہ تھی تمہاری محبت کی اوقات اور اس جذبے کی شدت پر تکیہ کیے بیٹھے تھے تم برسوں سے، لوگ تو دل کی لگی کے پیچھے ساری زندگی خود سے بھی بے نیاز ہو کر گزار دیتے ہیں، ایک تم ہو، امید کی کرن معدوم ہوتے ہی نئے چراغ جلانے کا سامان کرنے لگے۔"

لائن میں کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی جیسے ہی نوین نے بات ختم کی لائن ہی ڈس کنیکٹ ہو گئی۔

نگہہ آپا کتنی ایکسائیٹڈ ہو رہی ہوں گی، ڈھنگ سے بات ہی نہیں ہو پائی۔"

نوین اپنے جوش و خروش سے بیان کیے گئے آج کے قصے پر ان کا تبصرہ نہ پا کر بد مزہ ہو گئی تھی۔

"اب خیر سے دو چار دن میں تو آ ہی جائے گی۔ پھر جی بھر کر کر لینا باتیں۔" اماں جی کے مسکرانے پر وہ واپس آکر ان کے پاس بیٹھ گئی۔ ابدال بھائی کی شادی نگہہ آپا سے پہلے کی جائے یا بعد میں، اس موضوع پر اب ایک لمبی بحث شروع ہو چکی تھی۔

جہاز کی سیٹ سے ٹیک لگائے نگہہ گہری سوچ میں ڈوبی تھیں رات جو کچھ نوین نے بتایا تھا۔ ذہن میں بار بار دہرانے کے باوجود وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی، ان کی محض چند روزہ غیر موجودگی اتنا بڑا انقلاب لے آئے گی، یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

اپنے لیے ابدال کے دل میں چھپی گہری چاہت سے تو وہ برسوں پہلے سے آگاہ تھیں۔ خود پر پڑی نگاہ کا مفہوم سمجھنے کی خصوصی حس تو قدرت نے اس عورت کو بھی دی ہے جو اور دنیاوی معاملات میں کند ذہن ہی کیوں نہ ہو، وہ تو پھر پڑی پڑھی لکھی، باشعور، زندگی کے ہر پہلو پر نظر رکھنے والی تھیں۔ ایسا کیسے ممکن تھا کہ اپنے چرنوں میں چڑھائے ہوئے عقیدت کے پھولوں کی خوشبو سے لاعلم تھیں۔

پہلے پہل جب ان پر اپنا "دیوی" بنائے جانے کا انکشاف ہوا تو وہ خاصی گھبرائیں مگر پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہیں یہ سب اچھا لگنے لگا اور اب تو وہ ابدال کی اس صلہ اور ستائش کی آرزو نہ رکھتی محبت کو اعلیٰ سرکاری اعزاز کی طرح قبول کر چکی تھیں۔ ایک شخص کے لیے آپ جہاں بھر سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اس احساس نے انہیں کتنی طمانیت بخشی تھی۔ یہ وہی جانتی تھیں۔ ایک اچھے بھلے ہینڈسم، برسر روزگار شخص کی ہر پل خود کو سراہتی نگاہوں نے ان کی ذات میں رفتہ رفتہ خود پسندی اور پھر حاکمیت کے جذبہ کو پوری طرح اجاگر کر دیا تھا، ابدال بھائی کا اپنے ہر پل آگے پیچھے پھرنا ان کے اس جذبہ کی بھرپور تسکین کرتا تھا لیکن ان سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ بھی نگہہ نے بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ وہ ابدال کی محبت سے زندگی بھر لطف اندوز ہونا چاہتی تھیں۔ وہ اسے ٹھنڈے میٹھے جوس کی طرح گھونٹ گھونٹ کر کے حلق سے اتارنا چاہتی تھیں، بجائے اس کے کہ ایک سانس میں جام خالی کر دیا جائے۔

ابدال کی محبت کے ٹھوس اور خالص ہونے کا انہیں دل سے یقین تھا۔ وہ ان کے نام پر زندگی گزار سکتے تھے۔ نگہہ ان کے اور اپنے درمیان ایک میٹھی سی کسک برقرار رکھنا چاہتی تھیں، زندگی کی کتاب جب انہیں کلرڈ صفحات سے نکال کر بلیک اینڈ وائیٹ ورق پڑھوائے گی اس وقت بھی یہ احساس تفاخر جیون کو بے رنگ ہونے سے بچائے گا زندگی میں ایک ایکسائٹمنٹ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ اس وقت سب کچھ کتنا اچھا لگے گا، بالکل پرانی لو اسٹوریز کی طرح!

لیکن اب یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔ انہیں کسی طور یقین نہیں آ رہا تھا وہی ابدال شادی کرنے چلے ہیں۔ جو ان کی جنبش ابرو کے منتظر رہا کرتے تھے۔ اتنے

digest novels lovers group

بودے نکلے' یا شاید وہی ان کے جذبہ کی گہرائی ناپنے میں غلطی کر گئی تھیں۔

......*

ٹیکسی سے اتر کر سامان اندر لاتی نگہہ آپا کو سب نے بڑی حیرت سے دیکھا۔

"آپ رات فون پر بتا دیتیں کہ آج ہی آنے کا پروگرام ہے تو کوئی لینے چلا جاتا۔" ہمایوں نے سامان ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"کوئی سنتا تو بتاتی۔ نوین کو تو اپنے قصے کہنے سے ہی فرصت نہیں ہوتی' دوسرے کی سنتی کہاں ہے۔"

"السلام و علیکم اماں جی!" وہ تخت کے کنارے پر بیٹھ گئیں۔

"وہاں سب خیریت تو ہے۔ آپا' ان کے بچے وغیرہ۔ تم نے تو خاصے دن لگا دیے۔"

"وہاں تو سب خیریت ہی ہے۔ آپ لوگ سنائیں کہ ایسی کیا افتاد پڑ گئی تھی کہ میرے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور رشتے ناتے بھی طے کر لیے۔"

"ارے بیٹا! بس ہونے والا کام یونہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ تمہاری دفعہ میں بھی دیکھو۔ کیسی بات بنتی چلی گئی تھی۔ یہ تو پھر اچھی طرح دیکھے بھالے لوگ تھے۔ کچھ ایسی سوچنے والی بات ہی نہیں تھی۔ بس اللہ کا شکر ہے۔"

اماں جی ان کے طنز کو پا نہیں سکی تھیں لیکن نگہہ آپا کے دل میں جو چنگاری گزشتہ شب سے سلگ رہی تھی' وہ آسانی سے بجھنے والی نہیں تھی۔

"ایسی کون سی نئی خوبی سارہ میں نظر آ گئی تھی آپ سب کو جو پہلے کسی کو نہیں دکھائی دی' ہزار بار کہا ہے کہ اماں کبھی ایک گھر میں دو رشتے نہیں کیجیے گا لیکن آپ کی آنکھوں پر تو پتا نہیں کس نے پٹی باندھی۔"

"لو میرا اس میں کیا ذکر' جب کرنے والا ہی راضی ہو گیا تو میں منع کرنے والی کون ہوں' اس سے پہلے کبھی ابدال کو کسی رشتے پر مانتے دیکھا تھا' اور بیٹا! میں نے تو کبھی تمہیں بھی مجبور نہیں کیا' جب تمہارا دل ٹھکا تو تم نے ہاں کی' وہ تو پھر بھتیجا ہے۔"

اماں جی خود پر سارا الزام آتے دیکھ کر کچھ ناراض سی ہو گئیں لیکن نگہہ آپا کی وہ موہوم سی امید بھی کہ شاید ابدال کو گھر والوں نے مجبور کر کے یہ رشتہ جوڑنے کی سوچی ہے' ختم ہونے لگی۔

"آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے' ہم سے ہی شاید آپ کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔"

ان کا پھینکا ہوا تیر سیدھا ابدال بھائی کے دل میں لگا جو نزدیک ہی کرسی پر چائے کا کپ تھامے بیٹھے تھے' رات بھر میں وہ جو بمشکل خود کو اس خیال کے تحت مطمئن کر پائے تھے کہ شادی کا کیا ہے۔ اصل محبت تو وہ نگہہ سے کرتے ہیں اور مرتے دم تک کرتے رہیں گے' شادی تو ایک مجبوری ہے جو معاشرے میں بہتر طور پر سیٹ ہونے کے لیے انہیں کرنی پڑے گی' ویسے ہی وہ خاصے لیٹ ہو چکے ہیں۔

نگہہ کی ناراضگی نے بے چاروں کی ساری رات کی دلیلوں کو پل میں حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا تھا۔

"خریداری تو دکھاؤ' کیا کیا کر کے لائی ہو۔" اماں جی نے ان کے اعتراض کو وقتی غصہ سمجھ کر اشتیاق سے کہا' تو وہ سب سامان چھوڑ کر دھم دھم کرتی اوپر جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئیں۔ ابدال بھائی نئے سرے سے اپنا فلسفہ محبت پر غور و فکر میں ڈوب گئے۔

......*

ہر چند کہ بھابھی جان اور آنی دونوں ہی نگہہ آپا کی لاہور سے آمد کے وقت بازار گئی ہوئی تھیں' لیکن رات تک دونوں ہی ان کی اس رشتے پر ناراضگی کو بھانپ چکی تھیں۔ بھابھی جان تو اپنا ایک حلیف پا کر خوش تھیں لیکن آنی کی سمجھ سے ان کی ناراضگی بالاتر تھی' اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود وہ نگہہ آپا کی ذات کے اس پہلو سے بالکل لاعلم تھی' اپنی دانست میں تو وہ یہی سمجھ پائی کہ چونکہ گھر کے سارے اہم کام ان کی موجودگی میں انجام پاتے ہیں' اس لیے وہ خفا ہیں ورنہ اب جبکہ خوش بختی ان کے دروازے پر دستک دے چکی تھی۔ انہیں ابدال بھائی اور سارہ باجی کے رشتے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے' اور ویسے بھی ابدال بھائی نگہہ آپا کے سامنے اہمیت ہی کیا رکھتے تھے۔

......*

"تم اتنی بڑی کب سے ہو گئیں جو یوں رشتے ناتے کرنے لگیں' شادی ہو جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم بڑی بن کر اپنے سے بڑوں کے متعلق فیصلے بھی کرنے لگو۔"

نگہہم آپا تنہائی میں نوین پر برس رہی تھیں' جو اس سارے معاملے میں اہم کردار ادا کر چکی تھی' نوین پر اپنے لاتعداد احسانات کی بنا پر وہ اسے اپنے خاص وفاداروں میں شمار کرتی تھیں' پچھلے چار سالوں سے انہی کے سکھائے ہوئے گر استعمال کر کے وہ اپنے سسرال والوں کی جان عذاب میں کیے ہوئے تھی۔

"تمہیں اتنی بھی عقل نہیں آئی کہ دو بہنیں اکٹھی ہو کر گھر میں کتنا مضبوط محاذ بنالیں گی میں ویسے ہی یہاں نہیں ہوں گی' پتہ نہیں اماں جی کے ساتھ کیسا سلوک رکھیں۔"

"خیر اب ایسا بھی اندھیر نہیں' آنی میں بہرحال لحاظ اور مروت ہے بلکہ باہر نکل کر دیکھیں تو اپنی دونوں بھابھیاں بھی اوروں سے بہت بہتر دکھائی دیتی ہیں' چھوٹی موٹی باتیں تو ہر گھر میں چلتی ہیں۔ سارہ باجی تو آنی سے کہیں زیادہ گٹس رکھتی ہیں۔"

نوین اتنی دیر ــــ جھاڑ کھانے کے باوجود بھی بھابھیوں اور سارہ کی حمایت میں ہی بولی تو نگہہم آپا کی برداشت نے جواب دے دیا۔

"تمہاری ساری عقل تو سسرال والے چر گئے ہیں جو سیدھی بات بھی سمجھ میں نہیں آرہی' اس سے پہلے تو تمہیں آنی کے پکائے ہوئے کھانے تک پر اعتراض ہوتا تھا' اب اس کی بہن بھی جان سے پیاری ہو رہی ہے' میری بلا سے سارہ' چھوڑ تم کسی سے بھی ابدال کا رشتہ جوڑو' بس میرے سامنے ان کی وکالت نہ کرو۔"

"کمال ہے! آخر آپ کو اتنا غصہ کس بات پر آرہا ہے۔ سارہ باجی سے رشتہ ہونے پر یا ابدال بھائی کی شادی ہونے پر۔ آخر بتا تو چلے" نوین بھی انہی کی بہن تھی' کہاں تک سنتی "اور آپ کا یہ اعلیٰ خاندانی رشتہ بھی میں نے ہی ڈھونڈا ہے۔ جب تو میری عقل و سمجھ کی آپ بہت تعریف فرما رہی تھیں۔"

نوین جب سے نگہہم آپا کا رشتہ طے پایا تھا' خود کو خاصا معتبر سمجھنے لگی تھی۔ اوپر تلے کی ہونے کی وجہ سے نگہہم آپا کے نزدیک بھی وہی تھی۔

غصے کے عالم میں نوین کے منہ سے نکلا سچ نگہہم آپا کو خاموش کر گیا۔ ان کی یہ مسلسل ناراضگی کو کوئی دوسرے معنی پہنائے' یہ انہیں منظور نہیں تھا جس بات کو نوین بلا سوچے سمجھے کہہ گئی تھی' وہ اسے اوروں کی زبان سے سننے کے لیے تیار نہیں تھیں' یہی سوچ کر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی' اور گھر والے اس خاموشی کو نیم رضامندی سمجھ کر مطمئن ہو گئے۔

شادی والے گھر میں یوں بھی اتنی زیادہ مصروفیت ہو جاتی ہے کہ چھوٹی موٹی باتوں پر دھیان کم ہی جاتا ہے' انہی شور مچاتے دن اور جاگتی راتوں کے بیچ آنی کو نگہہم آپا ایک عام سی مشرقی لڑکی ہی لگتیں جو اپنوں سے جدائی کا وقت قریب آنے پر خود بخود نامعلوم وسوسوں کا شکار ہونے لگتی ہے۔ ان کی اس غیر معمولی خاموشی سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

ابدال بھائی کا کمزور پڑتا ارادہ' تھوڑی سی تشویش پیدا کر رہا تھا۔

"ہم منع تو نہیں کر رہے ہیں اماں جی! لیکن پہلے نگہہم کی شادی ہو جانے دیجیے! ایسی بھی کیا جلدی ہے' ایک ساتھ دو کام کرنے کی۔"

"جلدی تو ہے بیٹا! پہلے ہی تمہاری شادی میں دیر ہو گئی ہے' ورنہ نوین اور ہمایوں سے پہلے ہو جانی چاہیے تھی پھر نوین کی امی کے سامنے بھی ہم یہی کہہ چکے ہیں کہ نگہہم سے دو دن پہلے کی تاریخ دے دیں تمہاری بارات لانے کے لیے۔"

اماں جی نے سمجھاتے ہوئے کہا "اب ہم اس طرح انہیں ٹالیں گے تو کتنا برا محسوس ہو گا۔"

"دو چار مہینوں سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ آپ کہہ کر تو دیکھیں میرے خیال میں تو وہ لوگ مان جائیں گے۔"

ابدال بھائی اماں جی کے پیچھے لگ لگ کر اپنی بات منوا ہی لیتے مگر بظاہر ہر معاملے سے بے نیاز' ابا کو ان کا یہ گریز سخت ناپسند ہوا۔

"یہ کوئی شرافتوں کا قاعدہ نہیں، دیکھ لینا اگر ایک دفعہ اس کی بات مان لی تو پھر یہ دوبارہ ہامی نہیں بھرے گا، کسی نہ کسی بہانے ٹالتا ہی رہے گا، نہ معلوم کون سی گھڑی تھی جو اس کے منہ سے اقرار نکل گیا، میں نے کہہ دیا ہے کہ اب ابدال کی شادی میں ایک دن کی دیر نہیں ہونی چاہیے، بتا دینا اس کو بھی۔"

ابا بے چاری اماں جی پر خوامخواہ ہی برس پڑے، حالانکہ وہ تو صرف ابدال کی خواہش پر ان سے بات کرنے چلی آئی تھیں۔ ابا کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ ویسے تو گھر کے اہم و غیر اہم معاملے اماں جی، نگہہم اور بھائی صاحب کی بصیرت پر چھوڑے رکھتے تھے لیکن جہاں صورت حال انہیں اپنی مرضی کے خلاف جاتی محسوس ہوتی وہ جھٹ غصے کا نقاب اوڑھ لیتے، اور اس نقاب کو اوڑھتے ہی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جاتا اور وہ خود بہت بچت میں رہتے کیونکہ بحث و مباحثہ انہیں پسند نہیں تھا۔ اس بار ان کی یہ عادت آنی کے بڑے کام آئی۔ ورنہ ابدال بھائی کا ڈھل مل ارادہ اس کی جان سولی پر لٹکائے ہوئے تھا اس نے اپنے میکے میں یہاں پکتی ہوئی کھچڑی کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی تھی۔ امی جو بڑے دنوں بعد پر سکون ہوئی تھیں۔ وہ انہیں اب دوبارہ کسی فکر میں مبتلا نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

ادھر ہمایوں پر احساس ذمہ داری کا جو دورہ پڑا تھا۔ وہ اب قریب الختم تھا، ابدال بھائی سے ایک دفعہ "ہاں" کرانے کا شاندار کارنامہ سرانجام دینے کے بعد وہ واپس اپنی مصروفیات میں کھو گیا تھا، میکے اور سسرال کی تقریبات نمٹانے کے لیے آنی کو کس کس موقع پر اس کے ساتھ کی اشد ضرورت ہے، اس سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا، وہ اپنے ہی موڈ کا بندہ تھا، سارہ باجی کے لیے اس نے جو کچھ کر دیا تھا، آنی کے لیے وہی بہت تھا، البتہ اپنی تینوں بڑی بہنوں پر اسے آج کل بہت رشک آتا تھا، جن کے میاں بہت خوش اسلوبی سے اپنے ذمہ کئی کئی کام لے کر بیویوں کا مان بڑھا دیتے تھے۔

*_*_*

نگہہم آپا شادی کے اگلے دن جب سسرال سے آئیں، تو قیمتی لباس اور بھاری زیورات کی چکا چوند میں بالکل نئی نئی لگ رہی تھیں۔

"اللہ میری بچی کو نظر بد سے بچائے۔ بوا ذرا نگہہم کی نظر تو اتار دو۔" اماں جی نے انہیں گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ سارا گھر ہی انہیں اس شوق سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ پہلی بار اس گھر میں آئی ہوں، بھابھی جان تو زیورات کو ہاتھ لگا لگا کر وزن کا اندازہ کر رہی تھیں کیسے بھاری بھاری زیور تھے۔ آج کل بھلا اتنا بھاری زیور کون بنوا سکتا ہے۔ وہ نند کی خوش قسمتی پر بجا طور پر رشک کر سکتی تھیں۔

"اتنا خوب صورت بیڈ روم ڈیکوریٹ کیا ہے، نگہہم آپا کا کہ میرا تو وہاں سے آنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔" نوین جو نگہہم آپا کو سسرال سے لے کر آئی تھی، سب کو مزید مرعوب کر رہی تھی "اور یہ ڈائمنڈ کا سیٹ دیکھیں جو انہیں منہ دکھائی میں ملا ہے۔"

"دیکھو سارہ! کیسا ہے؟" نگہہم آپا نے فیروزی کا مدار سوٹ میں ملبوس سارہ باجی کو متوجہ کیا جو محض تین دن پہلے ابدال بھائی کے سنگ رخصت ہو کر یہاں آ چکی تھیں۔

"معلوم نہیں کتنے تک کا ہو گا۔ لگ تو کافی قیمتی رہا ہے۔" وہ سارہ باجی کے چہرے پر نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھیں لیکن وہاں تو وہی نرمی اور ملاحت بسیرا کیے ہوئے تھی جو ان کی ذات کا بڑا پیارا حصہ بن چکی تھی۔

"بہت خوب صورت ہے اور تم پر ماشاء اللہ بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

ان کے جواب سے نگہہم آپا کی تشفی نہیں ہوئی اسی لیے ان کے گلے میں لٹکتی سونے کی چین کے لاکٹ کو چھوتے ہوئے بولیں۔

"میں نے تو ابدال سے کتنا کہا کہ اس لاکٹ کے ساتھ ٹاپس اور انگوٹھی بھی بنوا لو پر انہوں نے کوئی دھیان ہی نہیں دیا، خالی لاکٹ تو منہ دکھائی میں دینا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔"

شوہر کی طرف سے ملنے والے پہلے تحفے پر ان کے ریمارکس پر سارہ کے دل پر کچھ گزری ہو تو گزری ہو، بظاہر تو وہ صرف مسکرا دیں۔

"خیر، اصل چیز تو محبت ہے، محبت سے دی گئی تو ہر چیز اہم ہوتی ہے، سارہ باجی کے لیے تو سب سے بڑا تحفہ خود ابدال بھائی ہیں، ٹھیک کہا نا میں نے۔" نوین نے مسکرا کر سارہ کی طرف دیکھا۔ اسے اس موقع پر بہن کی بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی، لیکن اس وقت سب کے سامنے انہیں ٹوک بھی نہیں سکتی تھی۔

سارہ کا گلابی پڑتا چہرہ دیکھ کر نگہہ کچھ بے چین سی ہو گئیں، وہ تو انہیں کھویا کھویا کچھ خاموش سا دیکھنا چاہ رہی تھیں بھلا جس عورت کا شوہر پہلے ہی کہیں دل ہار چکا ہو، اس کے اس طرح خوش ہونے کا کیا جواز بنتا ہے۔

"حق حلال کی آمدنی میں تو آدمی اتنا زیور ہی بنوا لے تو بہت ہے، تمہارے سسرال والوں کے پاس تو جدی پشتی دولت ہے، ہمیں کوئی ان سے مقابلہ تھوڑی کرنا ہے۔"

بھابھی جان جو پہلے ہی حسد کا شکار ہو رہی تھیں۔ نگہہ آپا کو آئنہ دکھائے بغیر نہیں رہ سکیں۔

"یہ آنی کہاں غائب ہے۔ نظر نہیں آئی کافی دیر سے۔" ان کے پوچھنے پر سب کو ہی خیال آیا، تب بوا نے بتایا کہ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے عظمت علی خان کی خاطر مدارات کا سامان کرنے کچن میں لگی ہوئی ہے۔

سارہ باجی کی شادی کا مسئلہ حل ہو جانے پر آنی واقعی سسرال والوں کی بے حد قدر کرنے لگی تھی۔ پہلے بھی وہ غیر ذمہ دار یا بد لحاظ نہیں تھی، پھر بھی نگہہ آپا یا بھابھی جان کی کہی ہوئی کسی بات پر گھنٹوں کڑھ لیا کرتی تھی۔ لیکن اب اس نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ کرنی بالکل چھوڑ دی تھی۔

"یہ سب کچھ تو زندگی کا حصہ ہیں۔" اب وہ یہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔

"چاچی! ابدال چاچا آپ کے لیے لائے ہیں۔" بھابھی جان کی پانچ سالہ منبل نے آئسکریم کا بڑا سا پیک سارہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بڑے اشتیاق سے کہا۔ وہ دونوں بہن بھائی نگہہ کی آمد سے پہلے کے ابدال کے ساتھ باہر گئے ہوئے تھے۔

"ارے بیٹا! میں کیا کروں گی۔ آپ لوگ کھائیں۔"

"نہیں چاچی! ہم لوگ تو ابھی کھا کر آئے ہیں، یہ تو اب سب کے لیے ہے۔ چاچا نے کہا تھا کہ آپ کو لے جا کر دوں تو آپ خوش ہو جائیں گی۔"

معصومیت سے کہی گئی بات پر سارہ نے بے اختیار اسے پیار کر لیا۔

"چلیں! اب میں خوش ہو گئی ہوں، اب یہ بھی آپ کھا لیں۔"

"ارے لاؤ مجھے دو، میں فریزر میں رکھ دوں، تھوڑی دیر بعد نکالوں گی، یہ تو ابھی اسے بھی کھول لیں گے۔"

بھابھی جان نے سارہ کے ہاتھ سے پیک لیتے ہوئے کہا۔ ابدال تو ویسے ان کے بچوں پر جان چھڑکتا ہی تھا۔ لیکن وہ سارہ کو اپنے بچوں پر محبت لٹاتے دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔ شاید یہ ہر ماں کی نفسیات ہے کہ اسے ہر وہ شخص اچھا لگنے لگتا ہے جو اس کے جگر کے ٹکڑوں کو ذرا بھی اہمیت دے، بھابھی جان کو بھی سارہ ایک دم اچھی لگنے لگیں۔

"بہت خاطریں ہو رہی ہیں، ابھی سے یہ حال ہے تو آگے کیا ہو گا۔" نگہہ آپا کا بھونڈا طنز اندر آتے ابدال بھائی کے چہرے کی مسکراہٹ غائب کر گیا اپنے قیدی کی رہائی ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی، ورنہ ایک معمولی سی بات کو کیوں اہمیت دیتیں۔

"اگر فرصت ملے تو میرے دو دوپٹہ ڈائی ہو کر نہیں آئے تھے، وہ لا دیجیے گا، اماں جی کے پاس رسید ہے۔"

کپڑوں کا ایک انبار تھا جو وہ اپنے ساتھ لے کر گئی تھیں نہ جانے یہ کونسے دو دوپٹے رہ گئے تھے جو یقیناً اتنے اہم ہرگز نہیں تھے۔

"دے دیجیے گا اماں جی! لا دوں گا کسی وقت۔"

"ارے کسی وسی وقت نہیں، پلیز ابھی لا دیں۔"

انہوں نے اپنی چوڑیاں ٹھیک کرتے ہوئے کچھ ایسی نرمی سے کہا کہ ابدال بے ساختہ نگاہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ وہ مسکراتی ہوئی نظروں سے انہی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان کا یہ سجا، سنورا روپ۔ لمحے بھر کے لیے ان کی نگاہ جم کر رہ گئی پر اب وہ اس طرح دیکھنے کا

حق بھی کھو چکے تھے۔ نگہہ کسی اور کی امانت بن چکی تھیں دل پر تو ان کا اختیار نہیں تھا لیکن نظر کی خیانت پر شرمندگی سی محسوس کرنے لگے تھے۔

"توبہ ہے' اب میں کہاں رسیدیں ڈھونڈتی پھروں نوین! ذرا میرے براؤن والے پرس میں دیکھو' ساری رسیدیں اسی میں جمع کر کے رکھی تھیں۔"

اماں جی کے کہنے پر نوین کے پیچھے وہ بھی باہر نکل گئے۔ تھپک تھپک کر سلایا ہوا درد' دھیرے سے آنکھیں کھول رہا تھا۔

ان کے چہرے کا ملال نگہہ اور سارہ دونوں نے محسوس کیا تھا۔ لیکن دونوں کی کیفیت الگ تھی۔ ایک کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک اور دوسری کی آنکھوں میں ہلکی سی تشویش ابھری تھی۔

شروع کے دن کس قدر پر لگا کر اڑتے ہیں' یہ تجربہ نگہہ اور سارہ دونوں کو ہو رہا تھا' رشتے داروں کا آنا جانا' دعوتیں مصروفیت کا ایسا چکر شروع ہوا تھا جو ختم ہونے کا نام نہ لے پا رہا تھا۔ عظمت علی خان کا خاندان اور میل جول زیادہ ہی وسیع تھا' اس لیے ان کی طرف وقت کی کچھ زیادہ ہی تنگی تھی۔ یہی وقت کی کمی نگہہ آپا کے میکے میں زیادہ وقت گزارنے کے آڑے آ رہی تھی' چاہنے کے باوجود وہ اپنے گھر جلدی جلدی چکر نہیں لگا پا رہی تھیں۔ ایسے میں عظمت علی خان نے دو ماہ کے لیے انہیں ملک سے باہر لے جانے کا خیال پیش کیا۔

"ویسے تو میں کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان واپس آیا ہوں' لیکن آپ تو پہلے کبھی میرا خیال ہے ملک سے باہر نہیں گئی ہوں گی اسی لیے یہ پروگرام بنا رہا ہوں۔"

ان کے نپے تلے لہجے سے جھانکتا احساس برتری' نگہہ کو ذرا سا کھلا' لیکن پیش کش اتنی اچھی تھی کہ وہ زیادہ برا مان نہیں سکیں۔

"سارے خاندان اور کولیگز پر کیسی دھاک بیٹھ جائے گی' آج تک جاننے والوں میں کونسی لڑکی ہنی مون منانے ملک سے باہر جا پائی تھی' یہ اعزاز بھی انہی کو حاصل ہونے جا رہا تھا۔" یہی سوچ کر وہ بڑے ناز سے بولیں۔

"کالج کا مسئلہ ہے' پہلے ہی چھٹیاں کافی لے چکی ہوں' اب تو جوائن کرنے کا سوچ رہی تھی۔ پرنسپل سے بات کرنی پڑے گی۔"

"بات وات کیا کرنی بس اب ریزائین کریں' ضرورت بھی کیا ہے آپ کو جاب کی۔"

عظمت علی خان کا یہ حکم مان لینا ان کے لیے اتنا آسان نہیں تھا' برسوں کی جمی جمائی نوکری تھی۔ اب تو پروموشن بھی ڈیو تھا۔

"جاب تو خیر میں نہیں چھوڑوں گی' گھر بیٹھ کر مجھے کرنا بھی کیا ہے' ہاں چھٹیاں بڑھوا لوں گی۔"

"مجھے اپنی بات ریپیٹ کرنا بالکل پسند نہیں ہے' یہ بات آئندہ زندگی میں آپ ہمیشہ یاد رکھیے گا' سارا گھر اس بات سے واقف ہے۔"

نگہہ کے لیے یہ انداز گفتگو بالکل نیا تھا۔ اپنی مرضی کے برخلاف تو وہ کبھی کچھ نہیں کرتی تھیں' برسوں سے سارا گھر عموماً" انہی کے طے کردہ رستے پر چلتا تھا۔

"لیکن میری جاب کا تو آپ کو پہلے سے پتا تھا' پھر آپ نے پہلے تو کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی' جسے پہلے پوائنٹ آؤٹ کرنا ضروری تھا۔ اب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی جاب میں ضروری نہیں سمجھتا یہی کافی ہے' ویسے بھی ہماری فیملی کی خواتین جاب نہیں کرتی ہیں حالانکہ آپ سے بڑھ کر پڑھی لکھی ہیں۔"

ان کے لہجے کی قطعیت سے بڑھ کر ان کا خود سے دوسروں کا تقابل نگہہ آپا کو بہت مایوس کر گیا۔

"تو یہ بھی وہی نکلے' ذرا ذرا سی بات میں بیوی کو اس کی حیثیت یاد دلانے والے' بالکل عام سے مرد جو بیوی کو دی جانے والی آسائشوں کے بدلے میں اس کی ذات کی نفی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔"

"آپ جتنی جلدی میرا مزاج سمجھ لیں گی' اتنی ہی زندگی میں سہولت پیدا ہو جائے گی' آگے آپ خود سمجھ دار ہیں۔"

ہاں وہ واقعی سمجھ دار تھیں' اس گھڑی سے پہلے وہ خود بھی یہی سمجھے ہوئے تھیں۔ اپنی دانست میں وہ

زندگی گزارنے کا شعور دوسروں سے کہیں زیادہ رکھتی تھیں' اسی لیے تو نگاہ انتخاب نے ٹھوک بجا کر عظمت علی خان کو چنا تھا۔ ورنہ تو کتنے ہی ہاتھ دراز ہوئے تھے ان کا ہاتھ تھامنے کے لیے' لیکن وہ سب سے نظریں چراتی رہیں۔ کوئی اسٹیٹس میں کم تھا' تو کوئی شخص وجاہت میں۔ کسی کے پاس دونوں چیزیں تھیں تو اس کے گھر والوں میں انہیں کوئی ایسا سقم نظر آجاتا جو بات بن نہیں پاتی' خود پسندی کا بڑھتا ہوا احساس انہیں کہیں مطمئن نہیں ہونے دیتا۔ زندگی میں اپنے لیے ہر معاملے میں بیسٹ آف دی بیسٹس Bests Best of the کا حصول اپنا حق سمجھنے لگی تھیں۔ ابدال جیسے بے لوث چاہت رکھنے والے شخص کو وہ عمر بھر کی کسک میں مبتلا رکھ کر اپنے دل میں بڑا فخر اور اطمینان محسوس کرتی تھیں۔

رات بھر جاگ کر انہوں نے ہر پہلو سے سوچا۔ عظمت علی خان کب کے سوچ چکے تھے' وہ خود کو زیادہ دیر کبھی ٹینشن میں نہیں رکھتے تھے' اس کی انہیں ضرورت بھی نہیں تھی' زندگی کے ہر معاملے میں مکمل بااختیار تھے۔

......*

"لیکن اچھی بھلی نوکری چھوڑنے کی ضرورت کیا تھی' حد کردی تم نے تو بے وقوفی کی' ارے ریزائین کرنے سے پہلے مشورہ تو کرلیا ہوتا کم از کم"۔

بھائی صاحب نے تاسف بھرے لہجے میں کہہ کر ان کی طرف دیکھا' سب ہی کو حد درجہ حیرت ہوئی تھی اس خبر پر۔

"بس اب دل بھر گیا تھا' ویسے بھی اب فرصت کہاں ہے۔"

"فرصت کیوں نہیں ہے؟ اور تمہیں ایسا کیا کام کرنا پڑتا ہے۔ نوکروں کی ایک فوج ہے تمہارے ہاں۔"

بھابھی جان جو پہلے ہی نگہہم آپا کے گھر میں کسی کام میں دلچسپی نہ لینے پر رشک کرتی تھیں' اب باقاعدہ حسرت سے کہہ رہی تھیں۔

"عظمت کی سوشل سرگرمیاں ہیں' وہ بھی تو کافی وقت چاہتی ہیں' پھر کمی کس چیز کی ہے' جتنا چاہوں خرچ کرتی ہوں' کوئی حساب کتاب کرنے والا نہیں' اب تو مجھے اس تنخواہ کی ذرا سی بھی نہ ضرورت ہے نہ چاہت۔"

نگہہم آپا اپنے سرنڈر ہو جانے کی خبر بڑی صفائی سے چھپا رہی تھیں۔ جن کے سامنے زندگی بھر سر اونچا کرکے بات کی تھی' انہیں اپنا آپ جھکا لینے کی خبر دینا آسان نہیں تھا۔

"کام سے انسان کی ایک شناخت بنتی ہے' خواہ کسی قسم کا ہو بس ضمیر پر بوجھ نہ بنے' اب اگر تم جیسی پڑھی لکھی لڑکیاں بھی اس طرح سوچنے لگیں گی تو آخر کیا بنے گا۔"

بھائی صاحب خاصی لبرل سوچ رکھتے تھے' اس لیے سب سے زیادہ رد عمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

"بس اب رہنے دو' میری بچی کی جس میں خوشی ہے' اسے وہی کرنے دو' جب اللہ نے ہر طرح سے فراغت دی ہے تو اس کو کیا ضرورت ہے نوکری کی۔" اماں جی نے بیٹی کو لاڈ سے دیکھا۔

نگہہم آپا دو روز بعد ملک سے باہر جا رہی تھیں' اسی لیے گھر والوں سے ملنے آئی ہوئی تھیں' دو مہینے کا پروگرام تھا' اسی لیے آج وقت نکال کر الوداعی ملاقات کے لیے چلی آئیں۔ عظمت علی خان چونکہ سسرال میں زیادہ آنے جانے کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے انہوں نے فون پر ہی سب کو خدا حافظ کہنے پر اکتفا کیا۔

"کہاں کی تیاری ہے بھئی۔" نگہہم آپا نے تیار ہو کر اوپر سے آتی سارہ کو دیکھ کر پوچھا "کوئی خاص پروگرام ہے۔"

"ابدال بھائی' سارہ باجی کو باہر لے کر جا رہے ہیں' اب پتا نہیں اصل چکر کیا ہے۔" آنی نے مسکرا کر اطلاع دی۔

"لیکن میں تو کچھ اور سوچ کر آئی تھی' خیر تم لوگ جاؤ۔" انہوں نے مایوسی سے کہا تو ابدال بھائی نے فوراً" ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں' ایسا بھی کوئی خاص پروگرام نہیں ہے۔ تمہیں کچھ کام تھا؟"

"ہاں ذرا راحیلہ کی طرف جانا تھا۔ سوچا تھا' آپ کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ اسی لیے ڈرائیور کو واپس کر دیا تھا' اسے تو راستہ سمجھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔"

"چلو! لے چلتا ہوں۔"

آنی کو بیک وقت دونوں پر شدید قسم کا غصہ آرہا تھا "خود تو دنیا بھر کی خاک چھاننے نکل رہی ہیں اور اس کی بہن کی چھوٹی سی خوشی بھی گوارا نہیں۔ گھر میں چار چار گاڑیاں کھڑی ہیں۔ لیکن ڈرائیونگ کے لیے ایک یہی بچے ہیں۔"

نند کا معاملہ تھا' اسی لیے اس نے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا۔

"سارہ بے چاری تو تیار بھی ہو گئی ہے۔" انہوں نے مصنوعی تاسف سے سارہ باجی کی طرف دیکھا "دیکھو بھئی خیال نہیں کرنا مجھے اگر راحیلہ سے ضروری کام نہیں ہوتا تو میں کبھی تم لوگوں کا پروگرام خراب نہ کرتی' ایسا کرو۔ تم لوگ سب ہمایوں کے ساتھ ہو آؤ' وہ آؤٹنگ کرا لائے گا۔"

"ایسا کوئی ضروری تو نہیں باہر جانا' پھر کبھی چلے جائیں گے۔" سارہ باجی متانت سے کہہ کر اماں جی کے پاس تخت پر بیٹھ گئیں۔ ابدال نے ایک نظر ان کی طرف ڈالی' لیکن جھکے ہوئے چہرے کی وجہ سے تاثرات پڑھنے سے قاصر رہے۔

"اچھا اماں جی! ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں' ذرا نوین کو بھی فون کر کے ادھر ہی بلا لیں' میرے آنے تک وہ بھی آجائے گی' ہاں رات کا کھانا میں یہیں کھاؤں گی۔"

وہ عادت کے مطابق احکامات جاری کرتی نکل گئیں۔ کچھ بھی تھا اس گھر میں ان کا راج پاٹ سلامت تھا' بلکہ اب تو وہ اور زیادہ احترام کی نگاہ سے دیکھی جا رہی تھیں۔

"کہیں میں واقعی غلطی تو نہیں کر بیٹھی' ابدال بھائی کی شادی اپنی بہن سے کرا کر۔" آنی نے بہت سنجیدگی سے سوچا "اگر ابدال بھائی زندگی بھر نگہہ آپا کو اسی طرح فوقیت دیتے رہے تو پھر سارہ....."

اسے وسوسے بری طرح ستانے لگے' خدانخواستہ سارہ باجی کسی محرومی کا شکار ہوئیں تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گی۔

"تم کس سوچ میں پڑ گئیں؟ چلو نوین کو بھی فون کر کے بلا لیں' اچھی کمپنی رہتی ہے اس کے ساتھ۔"

سارہ باجی کے کہنے پر وہ چونکی ضرور مگر ان کا مسکراتا چہرہ اس کے اعصاب کو پرسکون کرنے لگا۔

فرنٹ سیٹ پر ابدال بھائی کے ساتھ بیٹھے نگہہ آپا نے بڑے فخر سے بھاگتے دوڑتے ٹریفک کی طرف دیکھا۔ انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر ایک ان کی اہمیت سے واقف ہے' وہ اتنی کمزور نہیں ہیں جتنی پچھلے چند دنوں سے عظمت علی خان کے رویے سے خود کو سمجھنے لگی تھیں۔ ان کی سحر انگیزی برقرار تھی۔ کم از کم ابدال تو انہی کے اسیر تھے ورنہ اس طرح اپنی نئی نویلی دلہن پر انہیں فوقیت ہرگز نہ دیتے' پچھلے کئی دنوں سے تپتے ہوئے ذہن کو ٹھنڈے میٹھے پانی کے چھینٹے آسودہ کیے دے رہے تھے۔

......*

جنہوں نے استعمال کیا وہ جانتے ہیں'

سوہنی ہیئر آئل کی خوبیاں'

- گرتے بالوں کو روکتا ہے'
- بال لمبے اور گھنے کرتا ہے'
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے'

سوہنی ہیئر آئل

کیا آپ نے اسے استعمال کیا؟ نہیں قیمت 60/- روپے
تو ایک دفعہ استعمال کر کے دیکھیں'

ملنے کا پتہ
۳۷' اردو بازار کراچی

کسی اور کی تو خبر نہیں لیکن نگہہ آپا کی فی الحال فرانس روانگی آنی کی جان میں جان لے آئی تھی "شکر ہے۔ کچھ روز کے لیے تو مسئلہ حل ہوا' آگے کا اللہ مالک ہے۔"

اسے چہرے پڑھ لینے کا دعوی تھا' اور شوق بھی۔ کسی کے دل کی بات کھوج لینا اس کے نزدیک مشکل نہیں تھا۔ ابدال بھائی کو جس مہارت سے وہ جان گئی تھی۔ اس کے بعد تو وہ اپنی صلاحیتوں کی اور بھی معترف ہو گئی تھی' لیکن نگہہ آپا کے معاملے میں وہ غلطی کر بیٹھی تھی۔ اس کے نزدیک تو وہ اپنی برتری کا احساس دلاتی خاتون تھیں جن کا مرض بڑھتا جا رہا تھا' ابدال بھائی کے لیے ان کے دل کا چور آنی سے اوجھل ہی رہا۔

سارہ باجی بیچ میں نہ آتیں تو وہ شاید ابدال بھائی کی ناکام محبت پر ان سے ہمدردی اور نگہہ آپا کی عادتوں پر وقتاً "فوقتاً" چڑنے سے زیادہ اور کچھ نہ کرتی' لیکن اب مسئلہ اس بہن کا آپڑا تھا' جسے وہ بے حد عزیز رکھتی تھی جنہوں نے زندگی میں ہر تعلق کو بہت خلوص اور دیانتداری سے نبھایا تھا پھر ان کے ساتھ یہ بددیانتی کیوں ہونے چلی تھی' جس دل میں انہیں قیام کا پورا پورا حق تھا' وہاں جگہ خالی ہو کر ہی نہیں دے رہی تھی۔

بارہا آنی نے سوچا کہ اشارتاً سارہ آپا کو ابدال بھائی کے متعلق آگاہ کرے' آخر کو وہ بیوی ہیں۔ انہیں بے خبری میں رکھنا کوئی اور بڑی غلطی نہ بن جائے۔ لیکن وہ ان سے کچھ کہنے کی ہمت کر ہی نہیں پائی' ان کا پرسکون اور مسکراتا ہوا وجود' آنی کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھتا۔

......*

ٹھیک ایک ماہ اور سترہ دن بعد نگہہ آپا بڑے تھکے ہوئے ذہن و دل کے ساتھ اپنے میکے کی طرف جاتی سڑکوں پر گامزن تھیں۔ وہ کل کی فلائٹ سے واپس وطن آئی تھیں۔ اپنے آنے کی اطلاع انہوں نے نہیں دی تھی لیکن انہوں نے اتنے ڈھیر سارے دنوں کی دوری کو بہت محسوس کیا تھا' دل میں عجیب سی اداسی گھر کیے ہوئے تھی' من چاہی زندگی' من چاہا جیون ساتھی' اور کیا چاہیے تھا؟ جو کچھ وہ حاصل کر چکی تھیں۔ کتنوں کے لیے وجہ رشک تھا! پھر بھی....

انہوں نے ایک گہری سانس لی' راستے سب جانے پہچانے تھے' عظمت علی خان حسب عادت اس طرح منہ اٹھائے سسرال جانے پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے گھر پر ہی رک گئے تھے۔ لیکن وہ اب ایک لمحہ بھی اس یاسوس' اپنا آپ منواتی فضا سے دور رہنا نہیں چاہ رہی تھیں۔ اس لیے ان کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر میکے جا رہی تھیں' یہ ناراضگی اور سرد مہری تو اب نگہہ آپا کو زندگی کا ایک حصہ لگنے لگی تھی جسے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی برداشت کرنے پر مجبور ہو چکی تھیں' شاید ہمیشہ کے لیے۔

ان دیکھے جہانوں کی سیر کرتے ان پر قدم قدم پر اس دوری کا انکشاف ہوتا رہا جو ان کے اور عظمت علی خان کے بیچ شاید ازل سے لکھ دی گئی تھی۔ وہ تو ان سے کہیں بڑھ کر اپنی ذات کے حصار میں بند تھے۔ کسی دوسرے کے احساسات اور خوشیوں کو کیسے بانٹا جاتا ہے' انہیں یہ جاننے کی فرصت کہاں تھی۔

ان اجنبی سرزمینوں پر بھی انہیں بیوی کے ساتھ قدم ملا کر یونہی بلا مقصد گھومنا' انتہائی فضول کام لگا' ان کے لیے تو سارا چارم میوزیمز' آرٹ گیلریز اور لائبریری میں چھپا ہوا تھا' سو وہ انہی میں محو رہے' جیون ساتھی کے ہر احتجاج کو بہت آسانی سے رد کرتے ہوئے' وہ بھلا کیسے اپنا لائف اسٹائل تبدیل کر سکتے تھے۔ وہ تو ہر بات پہلے ہی صاف کر چکے تھے' لاکھ سوچنے پر بھی نگہہ آپا کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ ان چند ماہ کے عرصے میں وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی کر پائی تھیں' کھانے کے مینو سے لے کر پہنے جانے والے کپڑوں تک' عظمت علی خان کا دخل ہر معاملے میں تھا اور نگہہ آپا کے لیے یہ سب کچھ بہت مشکل' بہت اجنبی سا تھا۔

زندگی کے اس موڑ پر انہیں رہ رہ کر احساس ہو رہا

تھا کہ کہیں ایک بڑا خسارہ ان کے کھاتے میں درج ہو چکا ہے۔

وہ سیدھا سادا' ان کے ہر اشارے پر لبیک کہتا ابدال انہیں بارہا یاد آیا' اس کا اطاعت بھرا انداز' سراہتی ہوئی نگاہیں' کتنی باوقار محبت تھی اس کی' وہ خود کو کسی اونچائی پر براجمان محسوس کرتی تھیں۔

ان کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ پھر ان کے اسی طرح آگے پیچھے پھرے' ان کی زبان سے نکلے ہر حکم کو بجالانے میں کسی کی بھی پرواہ نہ کرے' اپنی نوشادی شدہ دلہن کی بھی نہیں! کچھ دیر کے لیے ہی سہی۔

اپنی ذات کا اعتبار واپس لانے کے لیے انہیں ابدال کی بے ضرر ہستی کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

گھر کی طرف مڑنے والی آخری سڑک پر پہنچتے ہی وہ چونک گئیں۔ بالکل قریب آتی موٹر سائیکل پر وہ ابدال اور سارہ ہی تھے۔ سارہ نے ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا' ابدال بھی دیکھ کر مسکرائے ضرور لیکن رکے نہیں۔ موٹر سائیکل زن سے ان کے قریب سے گزر گئی۔ شاید وہ لوگ بہت جلدی میں تھے۔

"کیا ڈیڑھ ماہ بعد ان کی آمد اتنی بھی وقعت نہیں رکھتی تھی کہ وہ انہیں دیکھ کر اپنی بائیک واپس موڑ لیتے۔" وہ یقین نہیں کر پا رہی تھیں۔

گھر پہنچتے ہی انہیں جو وی آئی پی ٹریٹمنٹ ملا۔ اس سے ان کا ملال ختم تو نہیں ہوا' البتہ کم ضرور ہو گیا تھا۔

اماں جی تو واری صدقے ہوئے جا رہی تھیں۔ اتنے عرصے بعد عزیز از جان بیٹی آئی تھی' بھائی' بھابھیاں بھی خاصے مرعوب تھے آخر اب تو وہ "فارن ریٹرن" کا ٹھپہ بھی خود پر لگوا چکی تھیں۔ ڈیڑھ ماہ کے لیے ہی سہی' وہ دہلیز تو چھو آئی تھیں جو بہنوں کا کمپلیکس بنی رہتی ہے۔

"ابدال اور سارہ بھی آئے ہوئے تھے' ابھی ابھی نکلے ہیں' ورنہ ملاقات ہو جاتی۔"

اماں جی کے جملے پر وہ الجھ سی گئیں "آئے ہوئے تھے۔"

"ابدال نے اپنے مکان کا نیچے والا حصہ خالی کرالیا تھا' ابھی پندرہ دن پہلے تو شفٹ ہوئے ہیں' ماشاء اللہ بہت خوش ہیں دونوں' لگتا ہی نہیں کہ وہی ابدال ہے جو شادی کے نام سے بھی بھاگا کرتا تھا۔ اب دیکھو۔ کس قدر بیوی کا شیدائی ہوا ہے۔" اماں جی ہنس ہنس کر نگہہم آپا کو بتا رہی تھیں اور وہ بالکل خاموش تھیں۔

حکم کا غلام آخر رہائی پا ہی گیا تھا۔ داروغہ کی غیر موجودگی سے بڑھ کر اچھا موقعہ کون سا ہو سکتا تھا۔

*_*_*

ابدال کے پیچھے بیٹھی سارہ کے لبوں پر بڑی طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔ آنی کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ جس راز کو چھپانے یا ظاہر کرنے کی فکر میں وہ ہلکان ہوئی جا رہی تھی' وہ تو سارہ باجی ابتدائی دنوں میں جان چکی تھیں۔ بھلا بیوی سے بڑھ کر شوہر کی نگاہ و دل کی پہرے داری کون کر سکتا ہے' ابدال ان کے ساتھ بھی وفادار تھے۔ لیکن نگہہم آپا کے سامنے وہ جس طرح کل کے کھلونے بن جاتے تھے' وہ سارہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا' ان کی غیر موجودگی میں وہ ایک محبت کرنے والے شوہر تھے جو بیویوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو پورا کر کے بھی خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن پتہ نہیں اتنے برسوں کی کشش تھی یا ان کی شخصیت کی کمزوری جو وہ نگہہم آپا کے سامنے چوں بھی نہیں کر پاتے سارہ نے بہت سوچ سمجھ کر ابدال کو ان سے دور رکھنے کا قدم اٹھایا تھا اور ابھی ابھی ابدال کے ردعمل سے وہ اپنی کامیابی کا ننانوے فیصد یقین پا چکی تھیں۔

digest novels lovers group